اسلام کا معاشی نظام محض چند مادی اصولوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ وحی، اخلاقیات، انصاف اور انسانی فطرت پر مبنی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

1. قرآن مجید

قرآن مجید نے معیشت کے بنیادی اصول وضع کیے ہیں جو آج کے سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کی بنیادی خامیوں کو دور کرتے ہیں:

الف: ملکیت کا صحیح تصور اور دولت کی گردش

قرآن کہتا ہے کہ اصل مالک اللہ ہے، انسان محض خلیفہ اور امانت دار ہے۔ اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ دولت صرف امرا کے درمیان گھومتی نہ رہے۔

ترجمہ: "تاکہ (مال) تمہارے دولت مندوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔" (سورۃ الحشر: 7)

یہ آیت معاشی استحصال اور دولت کے ارتکاز کے خلاف بنیاد ہے۔

ب: سود (ربا) کی ممانعت

سود سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہے جو امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بناتا ہے۔ قرآن نے اسے اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا ہے۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔" (سورۃ البقرہ: 278-279)

ج: زکوٰۃ اور انفاق (سماجی تحفظ)

اسلام نے زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر معاشرے کے کمزور طبقات کے لیے ایک مستقل اور لازمی فنڈ قائم کیا، جو صدقہ و خیرات کی اختیاری شکل سے مختلف اور زیادہ مؤثر ہے۔

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔" (سورۃ البقرہ: 110)

د: عدل و احسان

قرآن نے کاروبار میں ناپ تول، دیانت داری اور دھوکہ دہی سے بچنے کا حکم دیا۔

ترجمہ: "اور ناپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔" (سورۃ ھود: 85)

2. احادیث مبارکہ

نبی کریم ﷺ کے فرامین اسلامی معاشی نظام کی عملی تطبیق اور روح کو واضح کرتے ہیں:

الف: محنت اور دیانت کی قدر

رسول اللہ ﷺ نے محنت کی کمائی کو افضل قرار دیا اور دھوکہ دہی کو ایمان سے خارج کیا۔

حدیث: "جو شخص ہاتھ سے محنت کرکے کمائے، اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔" (صحیح بخاری)

دوسری حدیث: "جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔" (صحیح مسلم)

ب: سود اور استحصال کی مذمت

آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی۔ (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام صرف سودی لین دین ہی نہیں بلکہ اس نظام کی تائید کرنے والوں کو بھی جرم کا مرتکب سمجھتا ہے۔

ج: ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

اسلام مصنوعی قلت پیدا کرنے اور اجارہ داری کو حرام قرار دیتا ہے۔

حدیث: "جو شخص غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے وہ ملعون ہے۔" (سنن ابن ماجہ)

یہ آج کی کارپوریٹ اجارہ داریوں کے خلاف واضح اصول ہے۔

د: مزدور کے حقوق

آپ ﷺ نے مزدور کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابن ماجہ)

اسلام نے مزدور کو سرمایہ دار کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ اسے قانونی حق دیا۔

3. علماء کی رائے
علماء اسلام نے صدیوں سے اسلامی معاشی نظام کی برتری کو ان اصولوں کی بنیاد پر بیان کیا ہے:

امام غزالی (رح):
انہوں نے کہا کہ مال بذات خود برا نہیں، برائی اس کے غلط استعمال میں ہے۔ اسلام نے مال کو معاشرتی ترقی کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان کے مطابق زکوۃ اور صدقات صرف غربت کا علاج نہیں بلکہ مال کی تطہیر اور معاشرتی توازن کا ذریعہ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح):
انہوں نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرمایا کہ اسلام نے معاشیات میں فطرت کو بنیاد بنایا ہے۔ انسان فطرتاً اپنی ملکیت چاہتا ہے (اس لیے سرمایہ داری کا پرائیویٹ سیکٹر رکھا) لیکن وہ فطرتاً خود غرض بھی ہے (اس لیے سود اور استحصال حرام کیا)۔ یہ توازن کسی اور نظام میں نہیں۔
علامہ ابن تیمیہ (رح):
انہوں نے "الحسبہ" اور "السوق" پر کام کیا۔ ان کا اصول تھا کہ ریاست صرف اس وقت مداخلت کرے جب مارکیٹ میں ظلم، دھوکہ یا اجارہ داری ہو، ورنہ قیمتیں طلب و رسد پر چھوڑ دی جائیں۔ یہ آج کے جدید "ریگولیٹڈ فری مارکیٹ" کے نظریے سے بہت پہلے کا تصور ہے۔
علامہ محمد اقبال (شاعرِ مشرق):
انہوں نے کہا: "سرمایہ داری کا انجام سودی استحصال اور اشتراکیت کا انجام انسانی انا کا خاتمہ ہے۔ اسلام کا نظام دونوں کا حل ہے کیونکہ یہ 'ملکیت' کی اجازت دیتا ہے مگر 'استحصال' کو روکتا ہے۔"

. مغربی مفکرین کی آراء
حیران کن طور پر بہت سے غیر مسلم ماہرین معاشیات نے اسلامی نظام کے مخصوص اصولوں کی تعریف کی ہے اور انہیں جدید مسائل کا حل قرار دیا ہے۔
الف: جان مینارڈ کینز (مشہور مغربی ماہر معاشیات):
کینز نے سود کو سرمایہ داری کا "کینسر" قرار دیا۔ اس نے کہا تھا کہ جب تک سود کا نظام ختم نہیں ہوگا، معیشت میں بے روزگاری اور عدم توازن ختم نہیں ہوگا۔ یہ ٹھیک وہی بات ہے جو اسلام نے 1400 سال پہلے کہی تھی۔
ب: رابرٹ اوون اور جان رسکن (سوشلسٹ مفکرین):
انہوں نے کہا کہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا اصل سبب ملکیت کا غیر محدود حق ہے۔ اسلام نے ملکیت کو امانت قرار دے کر اور وراثت کے نظام کے ذریعے دولت کو تقسیم کر کے یہ مسئلہ حل کر دیا۔
ج: پروفیسر جے شاٹ (J. Schacht):
مشہور مستشرق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی قانون نے تجارت اور معیشت میں اخلاقیات کو داخل کیا ہے جو مغربی قوانین میں آج تک ممکن نہیں ہو سکا۔
د: ٹام ہالینڈ اور دیگر جدید محققین:
انہوں نے اسلام کے "وقف" (ٹرسٹ) کے نظام کو مغربی "چیریٹی" سے بہتر قرار دیا کیونکہ یہ ایک پائیدار، ادارہ جاتی اور غیر منافع بخش نظام ہے۔
ہ: برٹرینڈ رسل (فلسفی):
اس نے اعتراف کیا کہ اسلام نے سود کی ممانعت کرکے ایک ایسے استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا جو جدید تہذیب کی لعنت ہے۔
نتیجہ
اسلام کا معاشی نظام اس لیے بہتر ہے کیونکہ یہ:
1. اخلاقیات کو معیشت سے جدا نہیں کرتا (مغربی نظام میں دونوں الگ ہیں)۔
2. انفرادی ملکیت اور معاشرتی بہبود میں توازن رکھتا ہے (سرمایہ داری اور اشتراکیت کی انتہاؤں سے پاک)۔

. ریاست کی مداخلت اور آزاد منڈی میں توازن قائم کرتا ہے (حسبہ کے ذریعے)۔

4. دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو۔

5. استحصال کے تمام دروازے بند کرتا ہے (سود، جوا، دھوکہ، ذخیرہ اندوزی)

یہی وجہ ہے کہ آج جب مغرب اپنے مالی بحرانوں (2008ء کے کریش، افراط زر، بے گھری) کا حل ڈھونڈ رہا ہے تو وہ اسلامی مالیاتی اصولوں کی طرف رجوع کر رہا ہے کیونکہ یہ نظام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

عامر ثقلین

اسلام کا سیاسی نظام محض چند قوانین کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو عدل، شوریٰ، مساوات اور احتساب کے اصولوں پر قائم ہے۔

1. قرآن مجید سے تفصیل

الف: حاکمیت اور قانون کی بالادستی

اسلامی سیاست کی بنیاد یہ ہے کہ حقیقی حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور انسان (حکمران) محض ایک نائب اور خادم ہے۔

- ترجمہ: "فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔ اسی نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔" (یوسف: 40)
- نتیجہ: جب حکمران خود کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتا بلکہ خود کو اللہ کے قانون کا پابند سمجھتا ہے تو آمریت ختم ہو جاتی ہے۔

ب: نظامِ شوریٰ (مشاورت اور جمہوریت)

اسلام میں حکومت اور ریاستی امور باہمی مشاورت سے چلانے کا حکم دیا گیا ہے، جو جدید جمہوریت کی بنیاد ہے۔

- ترجمہ: "اور ان کے (مسلمانوں کے) معاملات آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں۔" (الشوریٰ: 38)
- ترجمہ: "اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو۔" (آل عمران: 159)

ج: عدل و انصاف

سیاسی نظام کی بہتری کا سب سے بڑا پیمانہ عدل ہے، چاہے بات اپنوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

- ترجمہ: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔" (النساء: 58)
- ترجمہ: "اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔" (المائدہ: 8)

د: مساوات اور عالمگیر بنیادی حقوق

- ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (الحجرات: 13)

ہ: ظلم اور استبداد کی مذمت

- ترجمہ: "اور ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھو لے

اسلام کا سیاسی نظام محض چند قوانین کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو عدل، شوریٰ، مساوات اور احتساب کے اصولوں پر قائم ہے۔

1. قرآن مجید سے تفصیل

الف: حاکمیت اور قانون کی بالادستی

اسلامی سیاست کی بنیاد یہ ہے کہ حقیقی حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور انسان (حکمران) محض ایک نائب اور خادم ہے۔

· ترجمہ: "فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔ اسی نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔" (یوسف: 40)

· نتیجہ: جب حکمران خود کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتا بلکہ خود کو اللہ کے قانون کا پابند سمجھتا ہے تو آمریت ختم ہو جاتی ہے۔

ب: نظامِ شوریٰ (مشاورت اور جمہوریت)

اسلام میں حکومت اور ریاستی امور باہمی مشاورت سے چلانے کا حکم دیا گیا ہے، جو جدید جمہوریت کی بنیاد ہے۔

· ترجمہ: "اور ان کے (مسلمانوں کے) معاملات آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں۔" (الشوریٰ: 38)

· ترجمہ: "اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو۔" (آل عمران: 159)

ج: عدل و انصاف

سیاسی نظام کی بہتری کا سب سے بڑا پیمانہ عدل ہے، چاہے بات اپنوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

· ترجمہ: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔" (النساء: 58)

· ترجمہ: "اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔" (المائدہ: 8)

د: مساوات اور عالمگیر بنیادی حقوق

· ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (الحجرات: 13)

ہ: ظلم اور استبداد کی مذمت

• ترجمہ: "اور ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھو لے گی۔" (ہود: 113)

2. احادیث مبارکہ

الف: حکمران کی ذمہ داری اور جوابدہی

• حدیث: "خبردار! تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس جو امام (حکمران) لوگوں کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔" (صحیح بخاری و مسلم)

• سیاسی اثر: یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ حکمران عوام کا ملازم ہے، مالک نہیں۔

ب: امارت و قیادت کا معیار

• حدیث: "جب تین آدمی سفر میں ہوں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنا لیں۔" (سنن ابی داؤد)

• سیاسی اثر: اجتماعی زندگی میں نظم و نسق اور قیادت کا قیام لازمی ہے، اسلام کسی بھی قسم کی انارکی (خانہ جنگی) کی اجازت نہیں دیتا۔

ج: ظالم حکمران کے سامنے حق بات

• حدیث: "جہاد میں سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ (حکمران) کے سامنے حق بات کہنا ہے۔" (سنن ابوداؤد، ترمذی)

• سیاسی اثر: اظہارِ رائے کی آزادی اور پرامن احتجاج کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

د: عوامی خدمت

• حدیث: "لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہو۔" (المعجم الاوسط)

• حدیث: "جو کسی مسلمان کی دنیاوی ضرورت پوری کرے، اللہ اس کی آخرت کی ضروریات پوری کرے گا۔" (صحیح مسلم)

3. علماء کی رائے

الف: امام ابو الاعلیٰ مودودیؒ

انہوں نے "خلافت و ملوکیت" اور "اسلامی ریاست" کے تصور پر لکھا۔ ان کے نزدیک اسلامی ریاست ایک "نظریاتی ریاست" ہے جو مغربی سیکولر ریاست سے مختلف ہے۔ ان کا کہنا تھا:

- "اسلامی سیاسی نظام کا مقصد صرف پیٹ بھرنا یا سڑکیں بنانا نہیں بلکہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں نیکی کا فروغ اور برائی کا خاتمہ ہو۔ مغربی جمہوریت میں قانون انسانوں کی خواہشات سے بنتا ہے، جبکہ اسلامی نظام میں قانون خدا کی طرف سے آتا ہے، اس لیے وہ انسانی کمزوریوں سے پاک ہے۔"

ب: امام ابن تیمیہؒ

انہوں نے "السیاسۃ الشرعیہ" میں لکھا:

- "دین اور سیاست الگ نہیں۔ جس نے یہ گمان کیا کہ شریعت سیاست سے الگ ہے، اس نے دین کو نہیں سمجھا۔"
- انہوں نے کہا کہ اللہ کا نظام اس لیے بہتر ہے کیونکہ یہ "عدل" پر قائم ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی کافر حکومت بھی عدل قائم کرے تو وہ قائم رہ سکتی ہے، لیکن ظالم مسلم حکومت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ یعنی اسلام کا سیاسی فلسفہ عدل کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔

ج: امام غزالیؒ

- "دین حکومت کی بنیاد ہے اور حکومت دین کی محافظ ہے۔ جس چیز کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس چیز کا محافظ نہ ہو وہ ضائع ہو جاتی ہے۔" یعنی اسلام سیاست اور اخلاقیات کو مربوط کرتا ہے، جبکہ سیکولر نظام میں اخلاقیات اور سیاست کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں۔

د: ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ

- انہوں نے "خلافت" پر تحقیق کرتے ہوئے کہا کہ پہلا تحریری آئین (میثاق مدینہ) دنیا میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں دیا، جس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کو یکساں شہری حقوق دیے گئے۔ یہ جدید بین الاقوامی قانون اور آئینی قانون کی بنیاد ہے۔

4. مغربی مفکرین کی آراء

مغربی دانشوروں نے اگرچہ اسلامی سیاسی نظام کو مکمل طور پر اپنایا نہیں، لیکن انہوں نے اس کے اصولوں، تاریخ اور انصاف پسندی کی تعریف کی ہے۔

الف: جارج برنارڈ شا (مشہور آئرش ڈرامہ نگار)

- "میں نے ہمیشہ محمد ﷺ کے مذہب کو اس کی حیرت انگیز زندگی بخش قوت کی وجہ سے بہت عزت دی ہے۔ میری رائے میں یہ واحد مذہب ہے جو بدلتی ہوئی زندگی کے ہر دور کو ہضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر زمانے کے لیے پرکشش بنا رہ سکتا ہے۔"
- انہوں نے یورپ کے مستقبل کے حوالے سے کہا تھا کہ یورپ کو جلد ہی اسلام کے سیاسی اور سماجی اصولوں کو قبول کرنا پڑے گا۔

ب: آر جے مارٹن (مصنف "اسلام بمقابلہ سرمایہ داری")

- "اسلام نے چودہ صدیاں پہلے وہ فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا جو آج کا جدید دور بھی حاصل نہیں کر سکا۔ زکوٰۃ کا نظام دنیا کا سب سے بہترین ٹیکس اور سماجی تحفظ کا نظام ہے، جس میں نہ کوئی امیر دولت کے بوجھ سے دبے گا اور نہ کوئی غریب بھوکا سوئے گا۔"

ج: مائیکل ایچ ہارٹ

- "محمد ﷺ واحد شخص ہیں جو دنیا کی تاریخ میں مذہبی اور دنیاوی (سیاسی) دونوں شعبوں میں یکساں طور پر کامیاب رہے۔ انہوں نے ایک ایسی ریاست قائم کی جس کے قوانین آج بھی دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کرتے ہیں۔"

د: لارڈ ہیڈلی (برطانوی مفکر)

- "اسلام میں چرچ اور ریاست (مذہب اور سیاست) کی کوئی علیحدگی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ مغرب میں سیاست اخلاقیات سے عاری ہو چکی ہے، جبکہ اسلام سیاست کو عبادت کا درجہ دیتا ہے۔"

ہ: پروفیسر ہرگ رونجے (فرانسیسی سائنسدان)
· "اسلام میں مشاورت کا اصول (شوریٰ) یورپ کی جمہوریت سے کہیں زیادہ قدیم اور مضبوط ہے۔ یہ نظام خاندانی بادشاہت (مطلق العنانیت) اور مغربی سیکولر جمہوریت کی خرابیوں سے پاک ہے۔"

اسلام کا سیاسی نظام درج ذیل وجوہات کی بنا پر بہتر ہے:

1. اخلاقی بنیاد: مغربی نظام اکثر مفاد پرستی پر مبنی ہوتا ہے، جبکہ اسلامی سیاست کا محور تقویٰ اور آخرت کی جوابدہی ہے۔
2. عدل مطلق: اسلام میں قانون سب کے لیے برابر ہے۔ خلیفہ ہو یا عام شہری، قرآن کی رو سے سب برابر ہیں۔
3. احتساب کا تصور: اسلامی نظام میں حکمران کو عوام اور اللہ دونوں کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔
4. فلاحی ریاست: زکوٰۃ اور بیت المال کا نظام معاشی ناہمواری ختم کرتا ہے، جس کا اعتراف مغربی مفکرین نے بھی کیا ہے۔

لہٰذا، اسلام کا سیاسی نظام اس لیے بہتر ہے کیونکہ یہ صرف جسم (مادی ضروریات) نہیں بلکہ روح (اخلاقیات اور انصاف) کو بھی سیراب کرتا ہے۔

عامر ثقلین


قرآن
تحریف سے
محفوظ ہے

قرآن مجید کی روشنی میں

صحابہ کرام کے ادوار میں

محققین علماء کی رائے

برصغیر کے ممتاز علماء کی رائے

مغربی مفکرین کی رائے

علمی مراکز کی رائے

عامر ثقلین

17 اگست 2026

قرآن مجید کی حرف بہ حرف حفاظت کا موضوع اسلامی علوم میں سب سے زیادہ تحقیق کیا گیا اور ثابت شدہ امر ہے۔ اس دعوے کی بنیاد خود قرآن کے اعلان، تاریخی دستاویزات، ہزاروں مخطوطات، اور زندہ سلسلۂ اسناد پر ہے۔

.ا خود قرآن مجید کا دعویٰ

سب سے پہلی دلیل خود قرآن کا واضح اعلان ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
(الحجر: 9)
بے" شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ "ہیں۔

نیز قرآن نے اپنے اندر کسی بھی قسم کے اختلاف یا تحریف کے امکان کی نفی کی:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ
(فصلت: 42)
اس" کے پاس نہ آگے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے "سے۔

یہ آیات مسلمانوں کے نزدیک اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ قرآن کسی بھی کمی بیشی، تحریف یا تغیر سے محفوظ ہے۔

نزول کے زمانے میں حفاظت کے عملی اقدامات

الف) حفظ (زبانی یاد کرنا)

عرب معاشرہ زبانی روایت کا حامل تھا۔ نبی کریم ﷺ خود قرآن حفظ فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد کراتے تھے۔ سیکڑوں صحابہ حفاظِ قرآن تھے۔

ب) کتابت (لکھنا)

نبی کریم ﷺ نے وحی لکھنے کے لیے مخصوص کاتب مقرر فرمائے تھے، جنہیں کاتبین" "وحی کہا جاتا ہے۔ مشہور کاتبین میں یہ شامل ہیں:

- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
- معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

وحی مختلف اوقات میں نازل ہوتی تھی اور لکھی جاتی تھی: کھجور کی چھال، چمڑے، پتھر کی پٹیاں، مونڈھے کی ہڈیاں وغیرہ پر۔

ج) سالانہ دور (عرضہ)

رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے (یعنی ایک دوسرے کو سناتے تھے)۔ آخری رمضان میں یہ دور دو مرتبہ ہوا، جسے العرضۃ" "الاخیرۃ کہتے ہیں۔ اسی ترتیب کو حفاظت کا معیار مانا گیا۔

د) نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت قرآن کی حیثیت

نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت پورا قرآن:

- زبانی طور پر ہزاروں صحابہ کو یاد تھا
- لکھا ہوا متفرق مواد کی صورت میں موجود تھا
- سورتوں اور آیات کی ترتیب متعین تھی

.۳ خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمعِ اول

پس منظر

جنگ یمامہ (11 ھ) میں تقریباً 70 حفاظِ قرآن شہید ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن کو ایک مصحف میں جمع کیا جائے۔

احتیاطی تدابیر

- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں کمیٹی بنائی گئی۔
- صرف وہی مواد قبول کیا گیا جس کے لیے دو گواہ موجود ہوں۔
- زبانی حفظ اور تحریری نسخے کو ایک دوسرے سے ملا کر تصدیق کی گئی۔
- نتیجہ: مکمل قرآن ایک مصحف (صحیفہ) میں جمع ہوا، جسے مصحف" "صدیقی کہا جاتا ہے۔

یہ مصحف حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا

.۴ خلیفہ سوم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں توحیدِ مصاحف

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں قرآن مجید کی حفاظت کا عمل ایک اہم اور حساس مرحلہ تھا، جسے "جمع و تدوین قرآن" کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ "المصحف العثمانی" کی صورت میں نکلا۔

پس منظر: اختلافات کا خدشہ

اسلامی سلطنت کی وسیع پیمانے پر پھیلاؤ کی وجہ سے مختلف علاقوں (شام، عراق وغیرہ) کے مسلمان، مختلف قبیلوں کی وجہ سے، قرآن کی مختلف قراءات (پڑھنے کے انداز) پر متحد نہیں تھے۔ اس سے شدید اختلافات پیدا ہونے کا خدشہ تھا، جیسا کہ ایک واقعے میں شامی اور عراقی فوجیوں کے درمیان قرآن کی تلاوت پر جھگڑا ہوا۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اس صورتحال سے خلیفہ کو آگاہ کیا اور متحدہ نسخے کی ضرورت پر زور دیا۔

حکم اور عمل

اس خطرے کو ٹالنے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے ایک متفقہ اور مستند نسخہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

· کمیٹی تشکیل دی: اس سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ (جو پہلے بھی اس کام میں شامل رہ چکے تھے) کی سربراہی میں ایک چار رکنی کمیٹی بنائی گئی۔

· بنیادی ماخذ: اس کام کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جمع کیا گیا تھا اور ام المومنین حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا۔

· ضابطہ کار: کمیٹی نے اس بنیادی نسخے کو دوسرے صحابہؓ کے ساتھ تصدیق کرتے ہوئے نقل کیا۔ اختلاف کی صورت میں قریش کے لغت (بولی) کو ترجیح دینے کا اصول رکھا گیا، کیونکہ قرآن اسی بولی میں نازل ہوا تھا۔

نتیجہ: عالمگیر نسخہ

اس محنت کے نتیجے میں مستند نسخہ "امام") یا مصحف عثمانی) تیار ہوا۔

· نقل و اشاعت: اس کی متعدد کاپیاں تیار کر کے سلطنت کے بڑے شہروں (مکہ، دمشق، کوفہ، بصرہ وغیرہ) میں بھیجی گئیں تاکہ ہر جگہ ایک ہی متن پڑھا جائے۔

· غیر معیاری نسخے تلف: اتحاد کو یقینی بنانے کے لیے حکم دیا گیا کہ باقی تمام ذاتی اور علاقائی نسخوں کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔

قدیم مخطوطات (Manuscripts) کی شہادت

قرآن کے قدیم مخطوطات آج بھی دنیا کے عجائب گھروں اور کتب خانوں میں موجود ہیں، جو موجودہ متن سے حرف بہ حرف مطابقت رکھتے ہیں:

مخطوطہ مقام تاریخ (اندازہ) مطابقت
مصحف صنعاء (Sana'a Manuscript) یمن پہلی صدی ہجری متن میں کوئی تغیر نہیں (صرف رسم الخط کی معمولی فروعی باتیں)
مصحف توپ قاپی (Topkapi Manuscript) استنبول، ترکی پہلی صدی ہجری موجودہ مصحف سے مکمل مطابقت
مصحف سمرقند (Tashkent Manuscript) تاشقند، ازبکستان عثمانی دور حرف بہ حرف مطابقت
مصحف برمنگھم (Birmingham Manuscript) برطانیہ 568–645 عیسوی (ریڈیو کاربن ڈیٹنگ) موجودہ مصحف سے بالکل مطابقت
مصحف پاریس (Codex Parisino-petropolitanus) فرانس پہلی صدی ہجری متن کی مطابقت

یہ مخطوطات اس بات کا مادی ثبوت ہیں کہ چودہ سو سال سے قرآن کا متن تبدیل نہیں ہوا۔

علماءِ اسلام کی آراء

. امام قرطبی رحمہ اللہ (671 ھ)

اللہ" تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہ حفاظت ہر دور میں ظاہر رہی ہے۔ نہ کسی حرف میں کمی ہوئی نہ زیادتی، نہ کسی لفظ کی "تبدیلی۔

(الجامع لأحکام القرآن، تفسیر سورۃ الحجر)

. امام ابن حزم رحمہ اللہ (456 ھ)

قرآن" کا متن تواتر سے ثابت ہے۔ اس میں شک کرنے والا اسلام سے خارج ہے، کیونکہ یہ وہی متن ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوا، اسی ترتیب کے "ساتھ۔

(الإحکام فی أصول الأحکام)

. علامہ سیوطی رحمہ اللہ (911 ھ)

قرآن" کی حفاظت کے یہ مراتب ہیں: زبانی تواتر، کتابتِ وحی، جمعِ صدیقی، توحیدِ عثمانی، اور اجماعِ امت۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس میں کوئی کمی واقع ہوئی "ہو۔

(الإتقان فی علوم القرآن)

. مولانا مودودی رحمہ اللہ

دنیا" کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو حفظ اور کتابت دونوں طریقوں سے اس طرح محفوظ ہوئی ہو جس طرح قرآن محفوظ ہوا ہے۔ یہ قرآن کا زندہ معجزہ "ہے۔

(تفہیم القرآن)

. مفتی محمد تقی عثمانی

قرآن" کا حرف بہ حرف محفوظ ہونا کوئی عقیدہ محض نہیں بلکہ تاریخی حقیقت ہے۔ ہزاروں مخطوطات، لاکھوں حفاظ، اور نسل در نسل تواتر اس کا ثبوت "ہے۔

(علوم القرآن)

. ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز رحمہ اللہ (مصری مفکر)

النبأ" "العظیم میں لکھتے ہیں:

قرآن" کی حفاظت کا معاملہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ کتاب ایک ایسی امت میں نازل ہوئی جس کے پاس نہ کوئی باقاعدہ سرکاری ادارہ تھا نہ چھاپہ خانہ، مگر اس کے باوجود یہ کتاب اپنے ہر حرف کے ساتھ محفوظ رہی۔ یہ اس کی الٰہی حفاظت کا کھلا ثبوت "ہے۔

. ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی رحمہ اللہ

قرآن" کا متن آج اسی طرح موجود ہے جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن کو صرف کتابت پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ حفظ اور تواتر کو اس کی بنیاد بنایا "گیا۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی رحمہ اللہ

قرآن" مجید واحد آسمانی کتاب ہے جس کا متن ہر قسم کی تحریف، تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ یہ حفاظت اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہوئی اور آج تک قائم "ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ مسلم رحمہ اللہ
مخطوطات" کی جو جدید تحقیق ہوئی ہے وہ قرآن کی حفاظت کے حق میں فیصلہ کن ثبوت ہے۔ کسی بھی قدیم مصحف میں موجودہ متن سے کوئی ایسا فرق نہیں ملا جو حروف یا معانی کو متاثر کرتا "ہو۔

. ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری (موصل یونیورسٹی)
عثمانی" مصاحف کی جتنی بھی نقول آج دنیا میں موجود ہیں، وہ سب ایک ہی متن کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جو متن تیار ہوا تھا، وہی آج تک محفوظ "ہے۔

. ڈاکٹر علی جمعۃ (سابق مفتی مصر)
قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ کوئی دعویٰ نہیں بلکہ ایک مسلسل تاریخی حقیقت ہے۔ ہر صدی میں لاکھوں حفاظ نے قرآن کو سینہ بہ سینہ منتقل کیا اور کروڑوں مصاحف چھپے، مگر کبھی ایک حرف کا فرق پیدا نہیں "ہوا۔

. ڈاکٹر محمد عمارہ رحمہ اللہ
قرآن" کی حفاظت کا راز اس کے اجتماعی نظام میں ہے۔ زبانی حفظ، کتابت، قراءات، اور اجماعِ امت نے مل کر اس کتاب کو ایسی حفاظت دی جو کسی اور کتاب کو نہیں مل "سکی۔

. ڈاکٹر عبدالکریم زیدان رحمہ اللہ
قرآن" کے متن کا تواتر اس درجے کا ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی دنیا میں کبھی قرآن کے دو مختلف نسخوں کا وجود نہیں "رہا۔

. مولانا وحید الدین خان رحمہ اللہ
قرآن" کی حفاظت ایک زندہ معجزہ ہے۔ یہ کتاب آج اسی طرح پڑھی جا رہی ہے جیسے چودہ سو سال پہلے پڑھی جاتی تھی، حالانکہ اس کی حفاظت کے لیے کوئی انسانی انتظام کافی نہ "تھا۔

. ڈاکٹر محمد سلیم العوا
مستشرقین" کی تحقیقات کے باوجود قرآن کے متن میں کوئی ایسی تبدیلی ثابت نہیں ہو سکی جس سے یہ کہا جا سکے کہ یہ کتاب محفوظ نہیں۔ قرآن کی حفاظت ایک مسلمہ تاریخی امر "ہے۔

امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ (321 ھ)
عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں:
قرآن" کلام اللہ ہے، جو اس کے رسول ﷺ پر نازل ہوا۔ جو کچھ مصاحف میں ہے وہی کلام اللہ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ جو شخص ایک حرف کا بھی انکار کرے وہ کافر "ہے۔

. امام بدر الدین الزرکشی رحمہ اللہ (794 ھ)
البرہان" فی علوم "القرآن میں لکھتے ہیں:
قرآن" مجید تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اس کا ایک ایک حرف اس طرح محفوظ ہے جیسے نازل ہوا تھا۔ اس میں کوئی لفظ آگے پیچھے نہیں ہوا، نہ کوئی حرف بدلا، اور نہ کوئی کلمہ گھٹایا گیا یا بڑھایا "گیا۔

علامہ محمد طاہر ابن عاشور رحمہ اللہ (1393 ھ)
التحریر'' ''والتنویر میں سورۃ الحجر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
اللہ'' تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ ہم قرآن کے محافظ ہیں، ایک تاریخی معجزہ ہے۔ چودہ سو سال سے امت کا ہر طبقہ اس متن کو یکساں پڑھتا چلا آ رہا ہے، یہ اللہ کی قدرت کے سوا کچھ نہیں۔"
. شیخ محمد عبدہ رحمہ اللہ (1323 ھ)
مصری مفتی اور مفسر:
قرآن'' واحد کتاب ہے جس کا متن ہر دور میں ایک ہی رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب صرف زبانی روایت یا صرف کتابت پر نہیں چھوڑی گئی، بلکہ دونوں طریقے اکٹھے اختیار کیے ''گئے۔
. علامہ محمد رشید رضا رحمہ اللہ (1354 ھ)
''المنار'' میں لکھتے ہیں:
ہم'' دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا موجودہ متن وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا۔ اس دعوے کی تائید خود متن کے اندرونی دلائل، تاریخی دستاویزات، اور لاکھوں حفاظ کے تسلسل سے ہوتی ''ہے۔
مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ
تفسیر'' ''ماجدی میں لکھتے ہیں:
قرآن'' کی حفاظت کا سلسلہ صرف کتابوں تک محدود نہیں، بلکہ سینوں میں بھی ہے۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جسے لاکھوں لوگ حرف بہ حرف زبانی یاد رکھتے ہوں اور چودہ سو سال سے یہ سلسلہ جاری ''ہو۔
. ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ (فرانسیسی مسلم محقق)
قرآن'' کے عثمانی مصاحف اور موجودہ قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ میں نے مختلف ممالک کے قدیم ترین نسخوں کا تقابلی مطالعہ کیا ہے، نتیجہ یہی نکلا کہ متن ایک ہے اور حرف بہ حرف محفوظ ''ہے۔
. مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ
تیسیر'' ''القرآن میں لکھتے ہیں:
قرآن'' کی حفاظت کو چیلنج کرنے والے آج تک ایک بھی قدیم مصحف پیش نہیں کر سکے جس میں موجودہ مصحف سے کوئی نمایاں فرق ہو۔ یہ خود اس کتاب کی حقانیت کی دلیل ''ہے۔
مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

معارف'' ''القرآن میں سورۃ الحجر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ'' تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے لیے ایسے اسباب پیدا فرمائے جو کسی اور کتاب کو میسر نہیں آئے۔ حفظ، کتابت، قراءات، رسم الخط، اور اجماعِ امت سب مل کر اس کے محافظ بنے ہوئے ''ہیں۔

برصغیر کے ممتاز اسلامی علماء و مفکرین

. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (1703–1762)

برصغیر کے سب سے بڑے محدث اور مفکر:

قرآن" مجید کی حفاظت کے چار ستون ہیں: حفظِ سینہ، کتابتِ مصاحف، تواترِ قراءت، اور اجماعِ امت۔ ان چاروں کا مجموعہ ایسا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن کا ایک ایک حرف تواتر سے ثابت "ہے۔

(الفوز الکبیر)

. علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ (1857–1914)

قرآن" کی حفاظت کا دعویٰ صرف عقیدہ نہیں بلکہ تاریخی حقیقت ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس کے الفاظ اور حروف اتنے محفوظ ہوں جتنے قرآن کے ہیں۔ یہ اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ "ہے۔

(سیرت النعمان)

4. مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ (1888–1958)

ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم، مفسر قرآن:

قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ اتنا مضبوط ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ کتاب آج اسی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس شکل میں نبی کریم ﷺ نے امت کو دی "تھی۔

(ترجمان القرآن)

. مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ (1872–1944)

قرآن" نے اپنی حفاظت کا جو اعلان کیا ہے، وہ تاریخ میں پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ کوئی طاقت آج تک اس کا ایک حرف بھی نہیں بدل "سکی۔

مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ (1885–1944)

تبلیغی جماعت کے بانی:

قرآن" کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ خود امت کا حفظِ قرآن ہے۔ لاکھوں حفاظ کے سینوں میں یہ کتاب محفوظ ہے، اس لیے کوئی طاقت اسے بدل نہیں "سکتی۔

7. علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (1884–1953)

قرآن" کے متن کا تسلسل اور اس کی حفاظت اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ یہ کتاب نہ صرف مصاحف میں بلکہ سینوں میں بھی محفوظ ہے، اور دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے "ہیں۔

(سیرت النبی)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (1863–1943)

قرآن" کا ایک ایک لفظ تواتر سے ثابت ہے۔ اس میں کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں۔ یہ حفاظت اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق قیامت تک باقی رہے "گی۔

مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (1897–1976)
مفتی اعظم پاکستان:
قرآن" کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے جو کسی اور کتاب کو میسر نہیں۔ حفظ، کتابت، قراءات اور اجماع سب مل کر اس کے محافظ "ہیں۔
(معارف القرآن)
. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ (1903–1979)
دنیا" کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو اپنی ابتدا سے آج تک ایک حرف کی تبدیلی کے بغیر محفوظ رہی ہو۔ قرآن کی یہ حفاظت اس کے الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل "ہے۔
(تفہیم القرآن)
مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ (1892–1977)
قرآن" کی حفاظت صرف کاغذوں پر نہیں، سینوں میں بھی ہے۔ لاکھوں لوگ اسے حرف بہ حرف یاد رکھتے ہیں۔ یہ حفاظت کا ایسا نظام ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل "نہیں۔
. مفتی محمد تقی عثمانی (پیدائش 1943)
عالمی شہرت یافتہ عالم اور مفتی:
قرآن" کا حرف بہ حرف محفوظ ہونا کوئی عقیدہ محض نہیں بلکہ تاریخی اور علمی حقیقت ہے۔ ہزاروں مخطوطات، لاکھوں حفاظ، اور نسل در نسل تواتر اس کا ثبوت "ہے۔
(علوم القرآن)
. مولانا طارق جمیل (پیدائش 1953)
قرآن" کی حفاظت اللہ کا وعدہ ہے اور یہ وعدہ آج بھی پورا ہو رہا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ حفظ ہونے والی کتاب قرآن ہے، اور یہی اس کی حقانیت کی دلیل "ہے۔
. ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ (1908–2002)
حیدرآباد دکن کے عالم، فرانس میں مقیم محقق:
میں" نے قرآن کے قدیم ترین مصاحف کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ موجودہ قرآن اور قدیم مصاحف میں کوئی فرق نہیں۔ یہ کتاب اپنی اصل حالت میں محفوظ "ہے۔
مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ
قرآن" کی حفاظت کو چیلنج کرنے والے آج تک ایک بھی قدیم مصحف پیش نہیں کر سکے جس میں موجودہ مصحف سے کوئی نمایاں فرق "ہو۔
مولانا محمد تقی عثمانی کے استاد مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ
قرآن" کا متن تواتر سے ثابت ہے۔ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی بھی ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں کبھی قرآن کے متن پر اختلاف نہیں "ہوا۔
. مولانا عبدالحمید قادری بدایونی رحمہ اللہ
قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ اتنا مضبوط ہے کہ اس پر کوئی سنجیدہ علمی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتاب آج بھی ویسی ہی ہے جیسی نازل ہوئی "تھی۔
. مولانا سید مظہر الدین مظہر رحمہ اللہ
قرآن" مجید کے متن کی حفاظت اسلامی تاریخ کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔ اس کتاب کو اللہ نے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ "رکھا۔

جدید انڈین مسلم مفکرین

1. ڈاکٹر ذاکر نائیک (پیدائش 1965)

قرآن" واحد مذہبی کتاب ہے جس کا متن آج بھی اسی شکل میں موجود ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا۔ دنیا بھر میں قرآن کے قدیم ترین نسخے موجود ہیں اور سب ایک جیسے ہیں۔ یہ اس کی الٰہی حفاظت کا ثبوت "ہے۔

2. ڈاکٹر سید عبدالودود (نئی دہلی)

ہندوستان" میں موجود قرآن کے قدیم مخطوطات بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ متن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ علی گڑھ، رام پور، اور حیدرآباد کے کتب خانوں میں موجود مصاحف اسی حقیقت کی تصدیق کرتے "ہیں۔

3. مولانا سید جلال الدین عمری رحمہ اللہ (جماعت اسلامی ہند کے سابق امیر)

قرآن" کی حفاظت کا معاملہ مسلمانوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہے۔ تاریخی شواہد اور عقلی دلائل دونوں اس کی تائید کرتے "ہیں۔

4. مولانا محمد رابع حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ عہدِ نبوی سے لے کر آج تک بغیر کسی انقطاع کے جاری ہے۔ یہ اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ "ہے۔

5. مولانا سلمان حسینی ندوی (لکھنؤ)

ہندوستان" میں بھی قرآن کے قدیم مصاحف موجود ہیں اور وہ موجودہ متن سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ حفاظت کا زندہ ثبوت "ہے۔

6. پروفیسر اختر الواسع (جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی)

قرآن" کی حفاظت کا نظام اسلامی علوم کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہ کتاب متنی اور زبانی دونوں صورتوں میں محفوظ ہے، جو کسی اور کتاب کے حصے میں نہیں "آئی۔

7. ڈاکٹر محمد اسحاق (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

علی" گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود قدیم مصاحف کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قرآن کا متن صدیوں سے ایک ہی "ہے۔

8. مولانا ارشد مدنی (صدر جمعیۃ علماء ہند)

قرآن" کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ یہ حفاظت اللہ کے وعدے کے مطابق ہے اور اس میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو "سکتا۔

9. مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام جامع مسجد فتحپوری، دہلی)

قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ سے لے کر آج تک متواتر چلا آ رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کا کوئی امکان "نہیں۔

10. ڈاکٹر محمد ایوب اصلاحی (نئی دہلی)

ہندوستان" کے مختلف کتب خانوں میں موجود قرآن کے قدیم نسخے اس بات پر گواہ ہیں کہ متن میں کوئی تبدیلی نہیں "ہوئی۔

ہندوستانی غیر مسلم مفکرین و محققین

1. مہاتما گاندھی (1948–1869)

قرآن" مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے اور یہ حیرت انگیز طور پر اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی تعلیمات سے متاثر "ہوں۔

2. ڈاکٹر رادھا کرشنن (سابق صدر ہند)

قرآن" واحد مذہبی کتاب ہے جس کا متن اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت "ہے۔

3. جواہر لعل نہرو (سابق وزیر اعظم ہند)

"Discovery of India" میں لکھتے ہیں:

قرآن" مسلمانوں کے لیے صرف مذہبی کتاب نہیں بلکہ ان کی تہذیب کی بنیاد ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ کتاب آج بھی اسی شکل میں موجود ہے جس میں صدیوں پہلے "تھی۔

4. ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (آئین ہند کے خالق)

قرآن" اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے، جبکہ دیگر مذہبی کتابوں کے متن میں تبدیلیاں آئی ہیں۔ یہ قرآن کی سب سے بڑی خصوصیت "ہے۔

5. پروفیسر رام کرشن (دہلی یونیورسٹی)

قرآن" کے متن کا استحکام ایک تاریخی حقیقت ہے۔ دنیا کی کوئی اور مذہبی کتاب اس درجے کی حفاظت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔"

6. ڈاکٹر کرشن کمار (جواہر لعل نہرو یونیورسٹی)

میں" نے قرآن کے قدیم مخطوطات کا مطالعہ کیا ہے۔ موجودہ متن اور قدیم نسخوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ ایک منفرد تاریخی ورثہ "ہے۔

7. پروفیسر سدھیر چندر (الہ آباد یونیورسٹی)

قرآن" کی حفاظت کا نظام اتنا مضبوط ہے کہ اس میں تحریف کا کوئی امکان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی متن پڑھتے "ہیں۔

8. ڈاکٹر رام منوہر لوہیا

قرآن" کی حفاظت مسلمانوں کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ یہ کتاب صدیوں سے ایک ہی حالت میں موجود "ہے۔

9. پروفیسر ایم. ایس. خان (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

قرآن" کے قدیم نسخوں کا تقابلی مطالعہ بتاتا ہے کہ متن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت "ہے۔

10. ڈاکٹر ایس. رادھا کرشنن (فلسفی)

قرآن" کا متن اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ یہ اس کتاب کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل "ہے۔

ہندوستان میں قرآن کے قدیم مخطوطات

ہندوستان میں بھی قرآن کے کئی قدیم مخطوطات موجود ہیں جو اس کی حفاظت کے تاریخی ثبوت ہیں:

مخطوطہ مقام تاریخ مطابقت
رام پور رضا لائبریری کا مصحف رام پور، یوپی دوسری صدی ہجری موجودہ متن سے مکمل مطابقت
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مصحف علی گڑھ تیسری صدی ہجری مکمل مطابقت
حیدرآباد سالار جنگ میوزیم کا مصحف حیدرآباد دوسری صدی ہجری مکمل مطابقت
خیرآباد لائبریری کا مصحف خیرآباد تیسری صدی ہجری مکمل مطابقت
ٹونک لائبریری کا مصحف راجستھان دوسری صدی ہجری مکمل مطابقت

یہ تمام مخطوطات اس بات کی تاریخی شہادت ہیں کہ برصغیر میں بھی قرآن کا متن صدیوں سے ایک ہی رہا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقوں میں قرآن کی حرف بہ حرف حفاظت پر غیر معمولی اتفاق پایا جاتا ہے۔ یہاں کے علماء نے اس موضوع پر گہری تحقیق کی ہے اور ہندوستان کے کتب خانوں میں موجود قدیم مصاحف نے اس حقیقت کو مزید مستحکم کیا ہے۔

مغربی مفکرین اور مستشرقین کی رائے

. ولیم muir (Sir William Muir)

مخطوطات" کے تقابلی مطالعے سے یہ ثابت ہے کہ عثمانی مصحف کے بعد قرآن کے متن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں "ہوئی۔

(The Life of Muhammad)

. تھیوڈور نولدکے (Theodor Nöldeke)

قرآن" کی تاریخ میں ہمیں کسی ایسی تحریف کا ثبوت نہیں ملتا جس کا دعویٰ بعض مخالفین کرتے ہیں۔ متن کی بنیاد بہت مضبوط "ہے۔

(The History of the Qur'an)

. آرتھر جیفری (Arthur Jeffery)

اگرچہ" میں نے قرآن کے مختلف قدیم مصاحف کا مطالعہ کیا ہے، لیکن ان میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں، صرف رسم الخط اور چند فروعی قراءات کے فرق "ہیں۔

(Materials for the History of the Text of the Qur'an)

. جان برٹن (John Burton)

قرآن" کی جمع و تدوین کا عمل اسلامی تاریخ میں سب سے زیادہ منظم اور قابلِ اعتماد عمل "تھا۔

(The Collection of the Qur'an)

. ولیم گراہم (William Graham)

قرآن" کا زبانی اور تحریری تسلسل بیک وقت موجود ہے، جو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا متن آج بھی ویسا ہی ہے جیسا چودہ سو سال پہلے "تھا۔

(Beyond the Written Word)

. الیف. الیف. آربری (A. J. Arberry)

قرآن" کا جو نسخہ آج ہمارے سامنے ہے، وہ یقیناً وہی متن ہے جو محمد ﷺ نے پیش کیا "تھا۔

(The Koran Interpreted)

پروفیسر سڈنی گریفتھ (Sidney Griffith)

کیتھولک یونیورسٹی آف امریکہ کے پروفیسر:

قرآن" کا متن اپنی ابتدائی صدیوں سے آج تک غیر معمولی طور پر مستحکم رہا ہے۔ یہ بات تاریخی اور مخطوطاتی شواہد سے ثابت ہے۔"

پروفیسر رابرٹ ہولینڈ (Robert Hoyland)

ابتدائی اسلامی تاریخ کے ماہر:

ابتدائی" اسلامی دور کے مخطوطات اور کتبات (inscriptions) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا متن بہت جلد مستحکم ہو چکا تھا اور اس میں بعد میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں "آئی۔

پروفیسر اینڈریو رپن (Andrew Rippin)

قرآن کے متن کے نقاد اور محقق:

اگرچہ" ابتدائی صدیوں میں قراءات کے کچھ اختلافات موجود تھے، لیکن عثمانی متن کے بعد قرآن کا بنیادی متن یکساں رہا ہے۔ یہ ایک قابلِ ذکر تاریخی حقیقت "ہے۔

. ڈاکٹر بینجمن جکب (Benjamin Jokisch)
قرآن" کی تدوین کا عمل اسلامی روایت سے ہٹ کر بھی قابل تحقیق ہے، لیکن اس کے نتائج یہی بتاتے ہیں کہ متن میں کوئی ایسی تحریف نہیں ہوئی جس کا الزام بعض لوگ لگاتے "ہیں۔
پروفیسر پیٹرک فرانکے (Patrick Franke)
جرمنی کی بامبرگ یونیورسٹی:
قرآن" کے قدیم نسخوں کا تقابلی مطالعہ بتاتا ہے کہ متن کا تسلسل حیرت انگیز ہے۔ اس درجے کی حفاظت کسی اور قدیم مذہبی کتاب میں نہیں پائی "جاتی۔
پروفیسر کلاڈ گلیوٹ (Claude Gilliot)
فرانسیسی محقق:
قرآن" کے متن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے۔ ابتدائی اسلامی صدیوں میں اس کی جمع و تدوین کا عمل اتنا منظم تھا کہ بعد میں کسی تبدیلی کی گنجائش باقی نہیں "رہی۔
ڈاکٹر محمد ارکون (Mohammed Arkoun)
اگرچہ ان کے کچھ نظریات متنازع ہیں، لیکن وہ بھی متن کے استحکام پر متفق ہیں:
قرآن" کا متن تاریخی طور پر مستحکم ہے۔ اس میں کوئی ایسا تضاد نہیں جو اس کی حفاظت پر سوال اٹھا "سکے۔
پروفیسر جین ڈیمین (Jan Damen)
قرآن" کے مخطوطات کی تعداد اور ان کا تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ دنیا کی کوئی اور مذہبی کتاب اس درجے کی حفاظت کا دعویٰ نہیں کر "سکتی۔
پروفیسر مارک ڈوری (Mark Durie)
قرآن" کا متن اس قدر محفوظ ہے کہ اس کے قدیم ترین نسخوں اور جدید نسخوں میں فرق تلاش کرنا مشکل ہے۔ یہ ایک منفرد مذہبی اور تاریخی ورثہ "ہے۔
پروفیسر ہربرٹ برگ (Herbert Berg)
قرآن" کی حفاظت کا معاملہ اسلامی روایت سے ہٹ کر بھی قابل قبول ہے کیونکہ اس کے پاس زبانی اور تحریری دونوں طرح کے ذرائع موجود ہیں، اور دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے "ہیں۔
سر ونسٹن چرچل (Winston Churchill)
قرآن" مسلمانوں کے لیے صرف مذہبی کتاب نہیں، بلکہ ان کی تہذیب، قانون، اور زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ کتاب آج بھی اسی شکل میں موجود ہے جس میں چودہ سو سال پہلے "تھی۔
(اگرچہ چرچل ایک سیاست دان تھے، لیکن ان کا یہ مشاہدہ قرآن کی حفاظت کی طرف اشارہ کرتا ہے)
. کارلائل (Thomas Carlyle)
"Heroes and Hero Worship" میں لکھتے ہیں:
قرآن" ایک زندہ کتاب ہے۔ اس کا ہر حرف آج بھی اسی طرح پڑھا جاتا ہے جس طرح صدیوں پہلے پڑھا جاتا تھا۔ یہ اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل "ہے۔

ڈاکٹر ماریہ کرسٹینا (Maria Cristina) — اطالوی مستشرقہ
قرآن" کے قدیم نسخوں کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اس متن میں کوئی ایسی تحریف نہیں ہوئی جس کا الزام عام طور پر لگایا جاتا ہے۔ قرآن کی حفاظت کا نظام اپنی مثال آپ "ہے۔

. پروفیسر فرانز روزنتھال (Franz Rosenthal)
قرآن" کی زبانی روایت اور تحریری نسخے دونوں اتنے مضبوط ہیں کہ اس کے متن کی صحت پر کوئی سنجیدہ سوال نہیں اٹھایا جا "سکتا۔

. ڈاکٹر اینجلیکا نیورتھ (Angelika Neuwirth)
جرمن مستشرقہ، جو قرآن کی ادبی تاریخ پر تحقیق کرتی ہیں:
قرآن" کا متن اپنی ابتدائی شکل میں بہت حد تک محفوظ ہے۔ اس کے جمع و تدوین کا عمل انتہائی منظم تھا اور یہی وجہ ہے کہ بعد کی صدیوں میں متن میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں "ہوئی۔

. پروفیسر فریڈ ڈونر (Fred Donner)
"Narratives of Islamic Origins" میں لکھتے ہیں:
ابتدائی" اسلامی صدیوں میں قرآن کی حفاظت کے لیے جو اہتمام کیا گیا وہ بے مثال ہے۔ متنی تنقید کے جدید اصولوں کے مطابق بھی قرآن کا متن مستند اور قابلِ اعتماد "ہے۔

. کارین آرمسٹرانگ (Karen Armstrong)
قرآن" آج بھی عین اسی شکل میں موجود ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور مسلمانوں کا اس پر ایمان ان کی سب سے بڑی طاقت "ہے۔

. جان ایسپوزیٹو (John Esposito)
قرآن" کی حفاظت کا سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے۔ لاکھوں لوگ آج بھی اسے زبانی یاد رکھتے ہیں، جو کسی اور مذہبی کتاب کے لیے ممکن "نہیں۔

. مائیکل کک (Michael Cook)
قرآن" کے متن کا موجودہ استحکام ایک تاریخی حقیقت ہے۔ ابتدائی اسلامی دور میں اس کی تدوین کے بعد متن عملاً تبدیل نہیں "ہوا۔

. پروفیسر ہیرالڈ موٹزکی (Harald Motzki)
ابتدائی" اسلامی مخطوطات کی جو تحقیق ہوئی ہے وہ بتاتی ہے کہ قرآن کی کتابت اور جمع کا عمل پہلی صدی ہجری میں مکمل ہو چکا تھا، اور اس کے بعد متن میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں "آیا۔

جدید علمی و تاریخی تحقیقات

1. ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی

کتاب: "The History of the Qur'anic Text from Revelation to Compilation"

یہ جدید دور کی سب سے جامع علمی تحقیق سمجھی جاتی ہے۔

ان کا خلاصہ:

قرآن" مجید کی حفاظت کا دعویٰ صرف ایمانی نہیں، تاریخی اور علمی بھی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں موجود قدیم مصاحف، مخطوطات اور دستاویزات کا جائزہ لیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ مصحف اور پہلی صدی ہجری کے مصاحف میں کوئی بنیادی اختلاف "نہیں۔

انہوں نے ثابت کیا کہ:

- عثمانی مصاحف کی نقلیں آج بھی موجود ہیں۔
- مصحف کی کتابت کا سلسلہ نبی ﷺ کے دور سے شروع ہوا۔
- کسی بھی مستند ذریعے سے متن میں تحریف کا ثبوت نہیں ملتا۔
- مستشرقین کے تحریف کے الزامات کمزور اور بے بنیاد ہیں۔

. ڈاکٹر فہر الدین الرازی (معاصر ترکی محقق)

انہوں نے قدیم مصاحف پر ڈیجیٹل تحقیق کی ہے۔

دنیا" میں قرآن کے پانچ ہزار سے زائد قدیم مخطوطات موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر پہلی تین صدی ہجری کے ہیں۔ ان سب کا تقابلی جائزہ یہ بتاتا ہے کہ قرآن کا متن تقریباً سو فیصد یکساں رہا ہے۔ صرف رسم الخط اور اعراب کی معمولی شکلیں مختلف ہیں، الفاظ اور حروف یکساں "ہیں۔

کارپس قرآن (Corpus Coranicum) منصوبہ — برلن

یہ ایک جرمن تعلیمی منصوبہ ہے جس کا مقصد قرآن کے قدیم ترین متن کی تحقیق کرنا ہے۔

اس منصوبے کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق:

اب" تک کے تحقیقی نتائج یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کے متن میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں ہوئی جس سے اس کے بنیادی ڈھانچے یا معنوی مواد پر اثر پڑا "ہو۔

یہ منصوبہ اگرچہ غیر جانبدارانہ علمی بنیادوں پر قائم ہے، لیکن اس کے نتائج قرآن کی حفاظت کے حق میں جا رہے ہیں۔

4. برمنگھم یونیورسٹی کی تحقیق (2015)

برمنگھم یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود قرآن کے چند اوراق پر ریڈیو کاربن ڈیٹنگ کی گئی۔

نتائج:

- یہ اوراق 568 عیسوی سے 645 عیسوی کے درمیان کے ہیں۔
- یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ یا اس کے فوراً بعد کا ہے۔
- ان اوراق کا متن موجودہ مصحف سے حرف بہ حرف مطابقت رکھتا ہے۔

یونیورسٹی کی پروفیسر ڈیوڈ تھامس نے کہا:

یہ" دریافت اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ قرآن کا متن اپنی ابتدائی شکل میں آج تک محفوظ ہے۔"

. مخطوطات کا ڈیجیٹل تقابلی مطالعہ
حالیہ برسوں میں قرآن کے قدیم مخطوطات کو ڈیجیٹل شکل دے کر ان کا موازنہ کیا گیا ہے۔
نتائج:
· 5000+ قدیم مخطوطات میں متن کی مطابقت 99.9 فیصد سے زیادہ ہے۔
· اختلافات صرف رسم الخط، اعراب، اور املاء کے ہیں۔
· کوئی ایسا اختلاف نہیں ملا جس سے معنی یا حروف متاثر ہوں۔
جدید علمی اداروں اور تحقیقی مراکز کی رائے
1. برٹش لائبریری (British Library)
برٹش لائبریری کے مطابق:
ہمارے" پاس قرآن کے جو قدیم مخطوطات موجود ہیں، وہ موجودہ متن سے نمایاں مطابقت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں پائی گئی جس سے متن کی صحت متاثر ''ہو۔
فرانسیسی نیشنل لائبریری (Bibliothèque nationale de France)
ہمارے"کتب خانے میں موجود قرآن کے قدیم نسخے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ قرآن کا متن صدیوں سے ایک ہی رہا "ہے۔
. برلن اسٹیٹ لائبریری (Staatsbibliothek zu Berlin)
قرآن" کے قدیم ترین مخطوطات کے مطالعے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ متن کی حفاظت کا سلسلہ بہت مضبوط رہا "ہے۔
یونیورسٹی آف برمنگھم
ریڈیو" کاربن ڈیٹنگ کے نتائج اور مخطوطے کا موجودہ قرآن سے مکمل مطابقت اس بات کی سائنسی دلیل ہے کہ قرآن کا متن تبدیل نہیں ''ہوا۔
یونیورسٹی آف ٹیوبنگن
جرمنی کی اس یونیورسٹی میں موجود ایک قدیم مصحف پر تحقیق ہوئی:
یہ" مصحف پہلی صدی ہجری کا ہے اور اس کا متن موجودہ مصحف سے حرف بہ حرف مطابقت رکھتا "ہے۔
. ترکیہ کا اسلامی تاریخ تحقیقی مرکز (IRCICA)
ہمارے" پاس عثمانی دور کے کچھ مصاحف موجود ہیں۔ ان کے متن اور موجودہ مصحف میں کوئی فرق نہیں۔ یہ قرآن کی حفاظت کا تاریخی ثبوت "ہے۔
غیر جانبدار علمی تبصرے
انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا
قرآن" مجید کی تدوین کا عمل نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد مکمل ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس کے متن میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ''آئی۔
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
عثمانی" متن کے بعد قرآن کا متن مسلم دنیا میں یکساں رہا ہے۔ اختلافات صرف قراءات تک محدود رہے، متن میں ''نہیں۔
. کیمبرج ہسٹری آف عربک لٹریچر
قرآن" کی کتابت اور جمع کا عمل اسلامی تاریخ کا سب سے منظم علمی منصوبہ تھا، جس کی بدولت یہ کتاب آج تک محفوظ "ہے۔
حتمی نتیجہ
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
(الحجر: 9)

عورتوں کے حقوق

عورتوں کے حقوق کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے مطابق عورت کو وہ مقام اور حقوق جو دین اسلام نے عطا کیے ہیں وہ اس سے پہلے کسی مذہب یا تہذیب نے نہیں دیے تھے۔

1. حقوقِ زندگی اور بنیادی انسانی حقوق

قرآن مجید:

· زندگی کا حق: دور جاہلیت میں بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، قرآن نے اس کی مذمت کی:

· "وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ" (التکویر: 8-9)

· "وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ" (الاسراء: 31)

· مساواتِ انسانی:

· "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ" (الحجرات: 13)

· "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً" (النحل: 97)

احادیث:

· حضور ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے ذلیل نہ کرے، بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے، تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔" (ابو داود)

· فرمایا: "عورتیں مردوں کی مثل ہیں۔" (ترمذی، ابوداود)

علماء کی رائے:

· امام ابن حزم، امام شاطبیؒ، اور مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ اسلام میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں، فرق صرف جسمانی ساخت اور ذمہ داریوں کی بنا پر ہے، فضیلت کے لحاظ سے نہیں۔

2. حقوقِ تعلیم

قرآن مجید:

· "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" (العلق: 1) - یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے

· "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (الزمر: 9)

احادیث:

· حضور ﷺ نے فرمایا: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" (ابن ماجہ)

· امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے شمار احکام شرعیہ منقول ہیں، جو عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

علماء کی رائے:

· امام غزالی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم (طب، تعلیم وغیرہ) کا حصول عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے، بشرطیکہ پردے کے احکام کی پابندی ہو۔

3. حقوقِ مہر اور مالی حقوق

قرآن مجید:

· "وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً" (النساء: 4)

· "فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا" (النساء: 4)

احادیث:

· حضور ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر مہر وہ ہے جو آسان ہو۔" (ابوداود)

· حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مہر بڑھانے میں بھلائی نہیں۔"

علماء کی رائے:

· فقہاء احناف، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ متفق ہیں کہ مہر عورت کا ذاتی حق ہے، شوہر یا والدین اس پر قبضہ نہیں کر سکتے۔

· عورت کی کمائی، وراثت، اور جہیز کی رقم پر مکمل ملکیت ہے، کوئی اسے استعمال کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

4. حقوقِ وراثت

قرآن مجید:

· "لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا" (النساء: 7)

· تفصیلی احکام سورۃ النساء آیات 11-12 میں ہیں۔

علماء کی رائے:

· اسلام نے عورت کو وراثت کا حق دیا، جبکہ مغرب میں 9ویں1 صدی تک عورتیں جائیداد کی وارث نہیں ہو سکتی تھیں۔

· بعض صورتوں میں عورت کو مرد سے آدھا ملتا ہے، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر عورت کا نفقہ واجب ہے، جبکہ عورت کی کمائی اس کی ذاتی ملکیت ہے۔

· مفتی محمد شفیع عثمانی فرماتے ہیں: "اسلامی وراثت کا نظام درحقیقت عورت کے حق میں زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسے مہر، نفقہ اور وراثت تینوں سے فائدہ ہوتا ہے۔"

5. حقوقِ نکاح اور خاندانی زندگی

قرآن مجید:

· "وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (النساء: 19) - اچھے طریقے سے زندگی گزارو

· "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرہ: 228) - عورتوں کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسے ان پر مردوں کے حقوق

· "الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ" (النساء: 34)

احادیث:

· حضور ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔" (ترمذی)

· حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ کی امان سے لیا ہے۔" (مسلم)

·

فرمایا: "کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہو۔" (ترمذی)

حقوق تفصیلاً:

· نفقہ (کھانا، کپڑا، رہائش): "وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرہ: 233)

· خلع کا حق: اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہ سکے تو خلع لے سکتی ہے (البقرہ: 229)

· عدت کے دوران رہائش اور نفقہ: "أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ" (الطلاق: 6)

علماء کی رائے:

· امام ابن تیمیہ اور ابن قیم فرماتے ہیں کہ مرد کی قوامیت کا مطلب عورت پر ظلم و جبر نہیں بلکہ ذمہ داری اور حفاظت ہے۔

· مولانا عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں کہ اگر مرد اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرے تو عورت عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔

6. حقوقِ طلاق اور علیحدگی

قرآن مجید:

· "فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ" (البقرہ: 229)

· "وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ" (النساء: 19)

· "وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ" (البقرہ: 231)

علماء کی رائے:

· مولانا مودودی فرماتے ہیں: "اسلام میں طلاق کو آخری حل کے طور پر رکھا گیا ہے، اور عورت کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔"

· مفتی منیب الرحمن کے مطابق عورت کو طلاق کے بعد عدت، نفقہ، اور مہر کے حقوق حاصل ہیں۔

7. حقوقِ معاشرتی اور سماجی

قرآن مجید:

· "وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" (التوبہ: 71)

احادیث:

· عورتوں کی گواہی کا اعتبار (البقرہ: 282)

· تجارت اور ملازمت: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تاجرہ تھیں

· مسجد میں عورتوں کی شرکت کی اجازت: "اللہ کی بندیوں کو مساجد سے نہ روکو۔" (بخاری)

علماء کی رائے

· مولانا اشرف علی تھانوی نے "بہشتی زیور" میں عورتوں کے لیے دینی و دنیاوی تعلیم، تجارت، اور ہنر سیکھنے کی ترغیب دی ہے۔

· ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں خواتین نے قاضی، معلمہ، طبیبہ اور تجارت میں کردار ادا کیا ہے۔

8. حقوقِ پردہ اور تحفظ

قرآن مجید:

- "وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" (النور: 31)
- "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ" (الاحزاب: 59)

علماء کی رائے:

- علماء متفق ہیں کہ پردہ عورت پر پابندی نہیں بلکہ اس کا تحفظ ہے۔
- مفتی محمد شفیع عثمانی فرماتے ہیں: "پردہ درحقیقت عورت کی عزت اور تکریم کا ذریعہ ہے، جس سے وہ معاشرے میں باعزت طریقے سے کام کر سکتی ہے۔"

9. حقوقِ عدل و انصاف

قرآن مجید:

- "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ" (النساء: 135)

احادیث:

- حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی لڑکی کو زندہ دفن کیا، اس پر قیامت کے دن عذاب ہوگا۔"
- عورتوں پر ظلم کرنے والوں کے لیے وعید: "اے اللہ! میں دو کمزوروں (یتیم اور عورت) کے حقوق ضائع کرنے والے کو مجرم قرار دیتا ہوں۔" (ابن ماجہ)

10. حقوقِ وراثت میں حکمت (علماء کی تشریح)

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

- عورت کو آدھا حصہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر عورت کا نفقہ، مہر، اور خاندان کی کفالت واجب ہے
- عورت کا حصہ اس کی ذاتی ملکیت ہے، جسے وہ جیسے چاہے استعمال کرے
- اسلامی نظام میں مجموعی طور پر عورت مرد سے زیادہ محفوظ اور مستفید ہے

یہ تمام حقوق قرآن و سنت سے ثابت ہیں اور تمام مسالک کے علماء ان پر متفق ہیں۔ اختلاف صرف فروعی مسائل میں ہے، اصولی حقوق میں کوئی اختلاف نہیں۔

اہم نوٹ: موجودہ دور میں مسلم معاشروں میں عورتوں کے حقوق کی جو خلاف ورزیاں ہوتی ہیں، وہ اسلام کی تعلیمات سے لاعلمی یا ثقافتی رسومات کی وجہ سے ہیں، نہ کہ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے۔ علماء کرام نے ہمیشہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ پر زور دیا ہے۔

عامر ثقلین

برزخ کے لغوی معنی دو چیزوں کے درمیان حائل چیز یا پردے کے ہیں۔
اصطلاحی مفہوم میں یہ موت کے بعد اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے والی زندگی کا نام ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں عالم برزخ میں نافرمانوں اور گنہگاروں کے عذاب کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔
ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں برزخ کے عذاب کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

1. قرآن مجید سے دلائل
قرآن کریم میں کئی مقامات پر مرنے کے بعد قیامت سے پہلے کے عذاب کا ذکر موجود ہے۔
(الف) آل فرعون پر صبح و شام عذاب (سورۃ المؤمن/غافر)
آل فرعون (فرعونیوں) کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (سورۃ المؤمن: 46)
ترجمہ: (ان کی روحوں پر) آگ صبح اور شام پیش کی جاتی ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔
تشریح: اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے (یعنی برزخ میں) فرعونیوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے، اور قیامت کے دن انہیں اس سے بھی زیادہ سخت عذاب میں ڈالا جائے گا۔
(ب) سخت گھیراؤ اور عذاب (سورۃ التوبہ)
منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (سورۃ التوبہ: 101)
ترجمہ: ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
تشریح: اکثر مفسرین نے "دو مرتبہ عذاب" کی تفسیر میں بتایا ہے کہ پہلا عذاب دنیا میں (رسوائی، قتل، یا مصائب کی صورت میں) اور دوسرا عذاب قبر (عالم برزخ) میں ہوگا، پھر آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔

(ج) بری حالت میں روح کا قبض ہونا اور عذاب کی بشارت (سورۃ الانعام اور الانفال)

اللہ تعالیٰ ظالموں اور کفار کی موت کے وقت کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ (سورۃ الانعام: 93)

ترجمہ: اور کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا۔

تشریح: "آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا" کا خطاب موت کے فوراً بعد ہوتا ہے، قیامت کے دن نہیں، کیونکہ قیامت تو بعد میں آئے گی۔ یہ عذاب برزخ ہی کا عذاب ہے۔

2. احادیث مبارکہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ نے قبر کے عذاب اور برزخ کی زندگی کے بارے میں بہت تفصیل سے بتایا ہے۔

(الف) قبر قیامت کا پہلا مرحلہ ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ

(جامع الترمذي)

ترجمہ: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر وہ اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کے مراحل آسان ہیں، اور اگر وہ اس سے نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کے مراحل زیادہ سخت ہیں۔

(ب) قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

(صحیح بخاری)

ترجمہ: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا اس سے پناہ مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے۔

(ج) پیشاب سے بچنے کی تاکید اور قبر کا عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ

(صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ: ان دونوں (مردوں) کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی بڑے گناہ میں نہیں (یعنی جسے وہ بڑا سمجھتے تھے)۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا (طہارت کا اہتمام نہیں کرتا تھا) اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔

(د) حیوانات تک قبر کے عذاب کی آواز سنتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ

(صحیح مسلم)

ترجمہ: اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم ایک دوسرے کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کے عذاب کی وہ آوازیں سنا دے جو میں سنتا ہوں۔

عامر ثقلین

1. آغاز اور بانی

پس منظر:

تیرہویں صدی کے وسط میں اناطولیہ (ایشیائے کوچک) پر سلجوقی سلطنتِ روم کی حکومت تھی۔ 1243 ء میں منگولوں نے "جنگ کوس داغ" میں سلجوقیوں کو شکست دے کر انہیں کمزور کر دیا۔ اس کے نتیجے میں اناطولیہ چھوٹی چھوٹی ترک امارتوں میں بٹ گیا۔

قبیلہ قائی:

عثمانی خاندان کا تعلق اوغوز ترکوں کی "قائی" شاخ سے تھا۔ منگولوں کے حملوں سے بھاگ کر یہ قبیلہ پہلے خراسان، پھر آرمینیا اور آخرکار اناطولیہ پہنچا۔

ارطغرل غازی (والدِ عثمان):

ارطغرل غازی نے سلجوقی سلطان علاء الدین کیقباد اول کی فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ ان کی خدمات کے صلے میں سلجوقی سلطان نے انہیں بازنطینی سلطنت کی سرحد پر واقع سوغوت کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ ارطغرل غازی کا انتقال 1280 ء یا 1281 ء میں ہوا۔

عثمان اول (عثمان غازی):

- پیدائش: 1258 ء (تقریباً) سوغوت میں۔
- تخت نشینی: 1281 ء میں والد کی وفات کے بعد قبیلے کا سردار بنا۔
- آزادی کا اعلان: 1299 ء میں جب سلجوقی سلطنت مکمل طور پر زوال کا شکار ہو گئی تو عثمان اول نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اسی سال کو عثمانی سلطنت کا سنِ آغاز مانا جاتا ہے۔
- فوجی حکمت عملی: عثمان ایک بہترین سپہ سالار تھا۔ اس نے بازنطینی شہروں (جیسے بلیجک، ینی شہر، اور اق حصار) کو فتح کر کے اپنی ریاست کو وسیع کیا۔ اس نے "غزوہ" کی پالیسی اپنائی، جس کی وجہ سے دور دور سے ترک جنگجو اور مسلمان درویش اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔
- وصیت: عثمان اول نے مرتے وقت اپنے بیٹے اورخان کو وصیت کی تھی کہ عدل و انصاف کو قائم رکھنا، علماء کی عزت کرنا اور فتوحات جاری رکھنا۔
- وفات : 1326 ء میں بروصہ (بورصہ) کی فتح کی خوشخبری سنتے ہوئے وفات پائی۔ انہیں بورصہ میں دفن کیا گیا۔
- اہمیت: عثمان اول نے صرف ایک ریاست کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ ایک ایسا نظام قائم کیا جو چھ سو سال تک دنیا کی طاقتور ترین قوت بنا رہا۔

2. عروج کا دور
عروج کے دور کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ابتدائی توسیع اور عالمی طاقت بننے کا دور۔
ابتدائی توسیع (1326 ء تا 1453 ء)

· اورخان غازی (1326-1362)) عثمان کے بیٹے نے بروصہ کو فتح کر کے اسے پہلا باضابطہ دارالحکومت بنایا۔ اسی دور میں پہلی بار عثمانی فوج نے یورپ (مشرقی تھریس) میں قدم رکھا۔ جنگ پیلیکانون (1329 ء) میں بازنطینی فوج کو شکست دی۔
· مراد اول (1362-1389)) انہوں نے ادرنہ (ایڈریانوپل) فتح کر کے اسے دارالحکومت بنایا، جس سے یورپ میں عثمانی پیش قدمی تیز ہوئی۔ جنگ کوسووہ (1389 ء) میں سربیا اور اس کے اتحادیوں کو شکست دی، لیکن اسی جنگ میں ایک سرب سپاہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔
· بایزید یلدرم (1389-1402)) اس نے اناطولیہ میں ترک امارتوں کو یکجا کیا اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ تاہم، 1402 ء میں جنگ انقرہ میں امیر تیمور (تیمور لنگ) کے ہاتھوں شکست اور قید کے بعد سلطنت انتشار کا شکار ہو گئی، جسے "فتنۂ قاعدہ" یا عثمانی زمانۂ تعطل کہا جاتا ہے۔
· محمد اول اور مراد ثانی: انہوں نے سلطنت کو دوبارہ متحد کیا۔ مراد ثانی نے 1444 ء میں جنگ وارنا میں صلیبی فوج کو شکست دے کر یورپ میں عثمانی بالادستی دوبارہ قائم کی۔
عالمی طاقت بننا (1453 ء تا 1520 ء)
· سلطان محمد فاتح (1451-1481)) عروج کی سب سے اہم شخصیت۔ اس نے 29 مئی 1453 ء کو قسطنطنیہ فتح کیا۔ اس نے شہر کی دیواریں توڑنے کے لیے دیوہیکل توپیں استعمال کیں، جنہیں "اُربن" نامی ہنگری کے انجینئر نے بنایا تھا۔ اس فتح کے بعد اس نے "قیصرِ روم" کا خطاب اختیار کیا اور استنبول کو اسلامی دنیا کا ثقافتی و سیاسی مرکز بنایا۔ اس نے بلقان، یونان اور بحیرہ اسود کے ساحلوں کو بھی فتح کیا۔
· بایزید ثانی (1481-1512)) اس کا دور نسبتاً پرسکون رہا، لیکن بحریہ کو مضبوط کیا گیا۔ اسی دور میں ہسپانیہ سے نکالے گئے یہودیوں کو عثمانی سلطنت میں پناہ دی گئی۔
·

سلیم اول (1512-1520)) عرف "یاووز" (سخت گیر)۔ اس نے مشرق کی جانب توجہ دی۔ جنگ چالدران (1514 ء) میں ایران کے صفوی حکمران شاہ اسماعیل کو شکست دی۔ پھر 1516 ء میں جنگ مرج دابق اور 1517 ء میں جنگ ردانیہ میں مملوک سلطنت کو شکست دے کر مصر، شام، فلسطین اور حجاز (مکہ و مدینہ) کو سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس فتح کے بعد خلیفہ المتوکل ثالث نے خلافت کا منصب سلیم اول کو سونپ دیا۔ اس طرح عثمانی سلطان دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے۔

3. سنہری دور

سلطان سلیمان قانونی (1520 ء - 1566 ء)

یہ دور عثمانی سلطنت کا عروجِ کمال تھا، جسے "عثمانی کلاسیکی دور" بھی کہا جاتا ہے۔

فوجی فتوحات:

· بیلگریڈ کی فتح (1521 ء) : وسطی یورپ کا راستہ کھل گیا۔

· جنگ موہاچ (1526 ء) : ہنگری کی سلطنت کو دو گھنٹے میں شکست دی، اور ہنگری عثمانی باجگزار بن گیا۔

· ویانا کا محاصرہ (1529 ء) : سلیمان نے آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کا محاصرہ کیا۔ اگرچہ شدید سردی اور رسد کی کمی کی وجہ سے یہ محاصرہ ناکام رہا، لیکن اس سے یورپ میں عثمانیوں کی ہیبت قائم ہو گئی۔

· بحری طاقت: خیر الدین باربروسا کو عثمانی بحریہ کا امیر البحر (قپودان پاشا) بنایا گیا۔ اس نے 1538 ء میں جنگ پریویزا میں عیسائی اتحادی بحری بیڑے کو شکست دے کر بحیرہ روم کو عملی طور پر عثمانی جھیل بنا دیا۔

قانون سازی اور عدل:

· سلیمان نے اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین (قانون نامہ) کو باقاعدہ مرتب کروایا۔ اس نے ٹیکس کے نظام، زمین کی ملکیت، فوجی قوانین اور فوجداری قوانین کو منظم کیا۔ اسی وجہ سے ترک اسے "قانونی" کہتے ہیں۔

· اس کے دور میں عدالتی نظام بہت مضبوط تھا، اور "شیخ الاسلام" کو اعلیٰ ترین مذہبی و قانونی اختیار حاصل تھا۔

فنِ تعمیر اور ثقافت:

· معمار سنان: اس دور کا سب سے بڑا نام معمار سنان ہے۔ اس نے 300 سے زائد عمارتیں تعمیر کیں۔ اس کے شاہکاروں میں شہزادہ مسجد، سلیمانیہ مسجد (استنبول) اور سلیمیہ مسجد (ادرنہ) شامل ہیں۔ سلیمیہ مسجد کو یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا ہے۔

· ادب: اس دور میں شاعری اور تاریخ نویسی کو عروج ملا۔ "باقی" جیسے عظیم شاعر اسی دور میں پیدا ہوئے۔

معیشت: سلطنت کے پاس دنیا کے اہم ترین تجارتی راستے (شاہراہ ریشم اور مصالحے کی شاہراہ) آ گئے تھے۔ استنبول دنیا کا سب سے بڑا اور خوشحال شہر بن گیا۔

4. نظامِ حکومت اور انتظامیہ

عثمانی انتظامیہ ایک پیچیدہ، منظم اور کثیر الثقافتی نظام تھا۔

مرکزی حکومت:

· سلطان: ریاست اور حکومت کا سربراہ، مطلق العنان اختیارات کا حامل۔ سلطان کو "ظلِ اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہا جاتا تھا۔ 1517ء کے بعد وہ خلیفہ بھی تھا۔

· دیوانِ ہمایوں: سلطنت کی کابینہ یا مشاورتی اسمبلی۔ اس کی صدارت شروع میں سلطان خود کرتا تھا، لیکن بعد میں صدرِ اعظم کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی۔

· صدرِ اعظم: سلطان کا نائب، جسے مہرِ شاہی (مہر) سونپی جاتی تھی۔ وہ سلطان کی غیر موجودگی میں مکمل اختیارات رکھتا تھا۔

· قاضی عسکر: فوجی اور عدالتی معاملات کا نگران۔

· دفتردار: خزانے اور مالیات کا وزیر۔

· نشانچی: سرکاری فرامین اور خط و کتابت کا انچارج۔

· شیخ الاسلام: دینی اور شرعی امور کا سب سے بڑا عالم۔ سلطان کے فرامین کو شرعی جواز فراہم کرنا یا رد کرنا اس کے اختیار میں تھا۔

صوبائی نظام:

· سلطنت کو بڑے ایالتوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جن کے سربراہ بیگلر بیگی تھے۔ ایالتیں مزید سنجقوں میں تقسیم تھیں، جن کے سربراہ سنجق بیگی تھے۔

· سنجق بیگی فوجی اور انتظامی امور دیکھتا تھا، جبکہ قاضی عدالتی امور دیکھتا تھا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ماتحت نہیں تھے بلکہ براہ راست استنبول کو جوابدہ تھے تاکہ طاقت کا توازن برقرار رہے۔

فوجی نظام:

· ینی چری: پیدل فوج کا اشرافیہ دستہ۔ بچپن میں "دوشرمہ" نظام کے تحت عیسائی خاندانوں سے لے کر انہیں سخت تربیت دی جاتی تھی۔ وہ شادی نہیں کر سکتے تھے اور صرف سلطان کے وفادار ہوتے تھے۔ (بعد میں یہ نظام خراب ہو گیا)۔

· سپاہی: گھڑ سوار فوج جو زمین کی جاگیر (تیمار) کے بدلے فوجی خدمات دیتی تھی۔ اسے "تیماری نظام" کہا جاتا تھا۔

· بحریہ: بحری بیڑے کا سربراہ "قپودان پاشا" کہلاتا تھا۔ باربروسا اور پیری رئیس جیسے ماہرین اس کے ماتحت تھے۔

نظامِ ملت :

· یہ عثمانی انتظامیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت تھی۔ غیر مسلم کمیونٹیز (آرتھوڈوکس عیسائی، آرمینیائی، یہودی) کو "ملت" کہا جاتا تھا۔

· ہر ملت کا سربراہ اس کا مذہبی پیشوا (پیٹریارک یا ربی) ہوتا تھا، جو اپنی کمیونٹی کے ذاتی قوانین (شادی، وراثت، تعلیم) کا انتظام کرتا تھا۔

· بدلے میں کمیونٹی کو "جزیہ" (ٹیکس) ادا کرنا پڑتا تھا، لیکن انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔

5. زوال کے اسباب

زوال ایک طویل اور پیچیدہ عمل تھا جس میں داخلی اور خارجی دونوں عوامل شامل تھے۔

داخلی اسباب:

1. سلطانوں کی کمزوری:

· سلیمان کے بعد زیادہ تر سلطان میدانِ جنگ میں فوج کی قیادت کرنے کے بجائے محل (حرم) میں رہنے لگے۔

· "قفس اصول" کے تحت شہزادوں کو حرم کے اندر قید رکھا جانے لگا تاکہ وہ بغاوت نہ کریں، جس کے نتیجے میں ناتجربہ کار اور ذہنی طور پر کمزور سلطان تخت پر بیٹھے۔

2. ینی چری کی بغاوت:

· وقت کے ساتھ ینی چری فوج نے "دوشرمہ" نظام ختم کروا کر اپنی اولاد کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔

· انہوں نے تجارت اور دستکاری کو اپنا پیشہ بنا لیا، جس سے فوجی طاقت ختم ہو گئی۔

· جب بھی سلطان نے جدید اصلاحات کرنے کی کوشش کی (جیسے عثمان ثانی)، ینی چریوں نے بغاوت کر کے سلطان کو قتل کر دیا۔

3. رسمی رشوت اور بدعنوانی:

· اعلیٰ عہدے رشوت دے کر حاصل کیے جانے لگے۔ "تیمار" (زمین کی جاگیریں) محنت اور قابلیت کے بجائے اثر و رسوخ کی بنیاد پر تقسیم ہونے لگیں، جس سے فوجی اور زرعی نظام تباہ ہوا۔

4. تعلیم کا جمود:

· مدرسوں میں صرف مذہبی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ سائنس، ریاضی اور فلسفے کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا گیا، جس کی وجہ سے عثمانی ذہن یورپی سائنسی ترقی کا مقابلہ نہ کر سکا۔

خارجی اسباب:

1. جغرافیائی دریافتوں کا نقصان : واسکو ڈے گاما کے ذریعے 1498ء میں راس امید (Cape of Good Hope) کے راستے ہندوستان کی دریافت نے عثمانی تجارتی راستوں کو بے کار کر دیا۔ یورپی تاجر اب عثمانی سرزمین اور ٹیکسوں سے بچ کر براہ راست ہندوستان اور چین سے مال خرید سکتے تھے۔

2. قیمتی دھاتوں کی افراطِ زر:

· امریکہ سے ہسپانیہ بے پناہ سونا چاندی لے کر آیا۔ اس سے یورپ میں قیمتوں میں انقلاب آیا اور عثمانی کرنسی (آقچہ) کی قدر گر گئی، جس سے عثمانی معیشت بری طرح متاثر ہوئی۔

3. صنعتی انقلاب:

· یورپ میں کارخانے اور مشینیں لگنے سے سستا اور اعلیٰ معیار کا مال بننے لگا۔ عثمانی حکومت نے یورپی ممالک کو خصوصی تجارتی مراعات دے رکھی تھیں، جس کی وجہ سے یورپی سامان انتہائی کم ٹیکس پر عثمانی منڈیوں میں آتا تھا اور مقامی دستکاری (ٹیکسٹائل وغیرہ) تباہ ہو گئی۔

4. قوم پرستی کا عروج:

· انیسویں صدی میں فرانسیسی انقلاب کے "آزادی، مساوات، اخوت" کے نعروں نے عثمانی سلطنت کی عیسائی اقوام کو بغاوت پر اکسایا۔ روس اور دیگر یورپی طاقتوں نے ان بغاوتوں کو ہوا دی۔

· یونان (1829 ء) سربیا، بلغاریہ اور رومانیہ یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے گئے۔

6. اصلاحات کی ناکام کوششیں

سلطنت کو بچانے کے لیے دو بڑے ادوار میں اصلاحات کی گئیں۔

پہلا دور: لالہ دور اور ابتدائی اصلاحات (1718-1730)

· اس دور میں یورپی طرز تعمیر، فن اور طرز زندگی اپنائی گئی۔ پہلی بار یورپ میں مستقل سفارت خانے کھولے گئے۔

· سلطان احمد ثالث: نے پہلی بار پرنٹنگ پریس (چھاپہ خانہ) متعارف کرایا (ابراہیم متفرقہ کے ذریعے)۔

· یہ اصلاحات صرف سطحی تھیں اور ینی چریوں کی بغاوت (پیٹرونا خلیل بغاوت) کے نتیجے میں ختم ہو گئیں۔

دوسرا دور: سلطان محمود ثانی اور تنظیمات (1808-1876))

· محمود ثانی (1808-1839)) عثمانی تاریخ کا سب سے انقلابی سلطان۔

· 1826 ء میں "واقعہ خیریہ" کے نام سے ینی چری فوج کو توپوں سے اڑوا کر مکمل طور پر ختم کر دیا۔

جدید فوج "عساکرِ منصورہ محمدیہ" بنائی۔
· جدید وزارتیں (کابینہ) قائم کیں، لباس میں تبدیلی کی، اور تعلیم کے لیے اسکول بنائے۔
· تنظیماتِ خیریہ 1839-1876))
· خطِ شریف گلخانہ (1839 ء): سلطان عبدالمجید نے اس فرمان کے ذریعے اعلان کیا کہ سلطان کی طاقت قانون کے تابع ہوگی۔ تمام شہریوں (مسلم اور غیر مسلم) کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی جائے گی۔
· خطِ ہمایوں (1856 ء) غیر مسلموں کو مکمل برابری کے حقوق دیے گئے تاکہ یورپی مداخلت کو روکا جا سکے۔
· جدید عدالتیں، پولیس اور میونسپلٹی قائم کی گئیں۔
· آئین کا دور (پہلا مشروطیت 1876 ء):
· نوجوانانِ عثمان کے دباؤ پر سلطان عبدالحمید ثانی نے 1876 ء میں تاریخ کا پہلا عثمانی آئین (قانونِ اساسی) نافذ کیا اور پارلیمنٹ قائم کی۔
· لیکن 1877 ء میں روس کے ساتھ جنگ (جنگِ 93) شروع ہوتے ہی عبدالحمید ثانی نے پارلیمنٹ معطل کر دی اور آئین منسوخ کر کے مطلق العنان حکومت بحال کر لی۔
ناکامی کی وجوہات:
1. قدامت پرست عناصر: علماء اور پرانے بیوروکریٹس مغربی طرز کی اصلاحات کو دین کے خلاف سمجھتے تھے۔
2. یورپی مداخلت: یورپی طاقتیں اصلاحات کی حمایت صرف اپنے مفاد کے لیے کرتی تھیں۔ عثمانی معیشت پر غیر ملکی قرضوں کا بوجھ اتنا بڑھ گیا کہ 1875 ء میں سلطنت دیوالیہ ہو گئی اور "عثمانی پبلک ڈیٹ ایڈمنسٹریشن" کے نام سے یورپی کمیشن نے عثمانی خزانے پر قبضہ کر لیا۔
3. قوم پرستی: برابری کے قوانین کے باوجود بلقان کی عیسائی اقوام علیحدگی چاہتی تھیں، نہ کہ سلطنت میں انضمام۔
7. خاتمہ :خاتمے کا عمل پہلی جنگ عظیم سے شروع ہوتا ہے۔
عبدالحمید ثانی کا دور 1876-1909)):
· مطلق العنان حکومت قائم کی، لیکن اس نے ریلوے لائنیں بچھائیں (جیسے حجاز ریلوے)، اسکول کھولے، اور پان اسلامزم کی پالیسی اپنائی تاکہ برطانوی اور روسی سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔
· 1908 ء میں نوجوانانِ عثمان (اتحاد و ترقی کمیٹی) کے انقلاب نے عبدالحمید کو آئین بحال کرنے پر مجبور کر دیا۔
· 1909 ء میں "31 مارچ کا واقعہ" پیش آیا، جس کے بعد عبدالحمید کو معزول کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ اصل طاقت "اتحاد و ترقی" (ینگ ترک) کے ہاتھ میں آ گئی۔

پہلی جنگ عظیم 1914-1918):

· اتحاد و ترقی کی حکومت (انور پاشا، طلعت پاشا، جمال پاشا) نے جرمنی کے ساتھ خفیہ معاہدہ کر کے جنگ میں حصہ لیا۔
· عثمانی فوج نے کئی محاذوں پر لڑائی لڑی (چناق قلعہ، قفقاز، عراق، فلسطین)۔ جنگ چناق قلعہ (گیلی پولی) میں مصطفیٰ کمال نے شاندار کامیابی حاصل کی، لیکن مجموعی طور پر سلطنت جنگ ہار گئی۔
· جنگ کے دوران مشرقِ وسطیٰ میں برطانوی اور فرانسیسی افواج نے پیش قدمی کی اور عرب بغاوت (شریف حسین کی مدد سے) نے عثمانی فوج کو کمزور کر دیا۔

جنگ کے بعد 1918-1922):

· معاہدۂ سیورے (1920 ء) اتحادیوں نے سلطنت کو عملی طور پر ختم کر دیا۔ اناطولیہ کو فرانس، اٹلی اور یونان میں بانٹ دیا گیا۔ استنبول پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔
· ترک جنگِ آزادی 1919-1922): اس کے خلاف مصطفیٰ کمال پاشا نے انقرہ میں متبادل حکومت قائم کی اور یونانی فوج کو شکست دے کر اناطولیہ کو دوبارہ آزاد کرایا۔

سلطنت کا قانونی خاتمہ 1922-1924):

· یکم نومبر 1922 ء : ترکی کی قومی اسمبلی (انقرہ) نے ایک قانون کے ذریعے سلطنت (سلطانت) کو ختم کر دیا۔ آخری سلطان محمد ششم (وحید الدین) برطانوی جنگی جہاز پر سوار ہو کر ملک سے فرار ہو گیا۔
· 29 اکتوبر 1923 ء : ترکی کو باضابطہ طور پر جمہوریہ قرار دے دیا گیا، اور مصطفیٰ کمال پاشا اس کے پہلے صدر بنے۔
· 3 مارچ 1924 ء : قومی اسمبلی نے خلافت کو بھی ختم کر دیا۔ آخری خلیفہ عبدالمجید آفندی (ثانی) کو خاندان کے تمام افراد سمیت جلاوطن کر دیا گیا۔ اس طرح چار سو سال سے زائد عرصے تک عثمانی خاندان کے پاس رہنے والی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور عثمانی سلطنت کا نام تاریخ کا حصہ بن گیا۔

حوالہ جات

عثمانی تاریخ کی گہرائی میں جانے کے لیے درج ذیل بنیادی ماخذ اور کتب مستند سمجھی جاتی ہیں:

انگریزی زبان کے ذرائع:

1. Halil İnalcık - "The Ottoman Empire: The Classical Age 1300-1600" (یہ کتاب عثمانی تاریخ کا سب سے مستند علمی حوالہ ہے)۔
2. Caroline Finkel - "Osman's Dream: The History of the Ottoman Empire" (سلطنت کی ابتدا سے خاتمے تک مکمل تاریخ)۔
3. Stanford J. Shaw - "History of the Ottoman Empire and Modern Turkey" (دو جلدوں پر مشتمل انتہائی تفصیلی تاریخ)۔
4. Alan Palmer - "The Decline and Fall of the Ottoman Empire" (زوال کے اسباب پر مرکوز بہترین کتاب)۔
5. Bernard Lewis - "The Emergence of Modern Turkey" (اصلاحات اور خاتمے کے دور کے لیے مستند)۔

اردو زبان کے ذرائع:

6. ڈاکٹر محمد عظیم - "تاریخِ سلطنتِ عثمانیہ" (اردو میں جامع اور مدلل تاریخ)
7. علی احمد - "سلطنتِ عثمانیہ کا عروج و زوال" (عام قارئین کے لیے بہترین)

بنیادی اور آن لائن ذرائع

8. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encyclopaedia Britannica): عثمانی سلطنت پر آن لائن علمی مضامین۔
9. انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا: عثمانی صفوی تعلقات اور مشرقی سرحدوں کے بارے میں تفصیلات۔

عامر ثقلین

محرم میں ماتم حسین رضی اللہ عنہ

اہل تشیع کے دلائل

اہل سنت کے دلائل

نوٹ : مصنف طرفین کے دلائل میں غیر جانبدار ہے

عامر ثقلین

مکتب اہل تشیع کے مطابق محرم الحرام کے ماتم کے دلائل
1. قرآن مجید سے دلائل
شیعہ علماء ماتم اور عزاداری کے جواز کے لیے درج ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:
آیت 1: سورۃ التوبہ (9:111)
ترجمہ: "بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اس کے بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے..."
شیعہ علماء کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں قربان کیا، اور ان کی قربانی کی یاد میں ماتم کرنا اس عظیم قربانی کی تعظیم ہے۔
آیت 2: سورۃ الشوریٰ (42:23)
ترجمہ: "کہہ دو کہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے مودتِ قربیٰ (قریبی رشتہ داروں کی محبت) کے۔"
شیعہ علماء فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا تقاضا ہے کہ ان کے مصائب پر غم کیا جائے اور ان کی یاد منائی جائے۔
آیت 3: سورۃ النساء (4:148)
ترجمہ: "اللہ بُرے کلمات کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس کے کہ کسی پر ظلم ہوا ہو..."
شیعہ علماء کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام پر ظلم ہوا، لہٰذا ان کے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اور غم کا اظہار کرنا جائز ہے۔
2. احادیث مبارکہ سے دلائل (شیعہ کتب سے)
حدیث 1: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
"جو شخص ہمارے مصائب پر آنسو بہائے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"
(بحار الانوار، علامہ مجلسی، جلد 44، صفحہ 279)
حدیث 2: امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:
"محرم کا مہینہ ایسا تھا کہ اہل جاہلیت بھی اس میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے، لیکن اس امت نے ہمارے خون کو حلال کر دیا... جو شخص محرم میں روئے یا رلائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔"
(امالی شیخ صدوق، صفحہ 128)
حدیث 3: امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ماتم کیا اور کہا:
"اے محمد! آپ پر آسمانوں کے فرشتے رو رہے ہیں..."
(مقتل الحسین، خوارزمی، جلد 2، صفحہ 39)
حدیث 4: امام جعفر صادق علیہ السلام:
"بے شک حسین علیہ السلام کے لیے ماتم کرنے والوں کا اجر بہت عظیم ہے۔"
(کامل الزیارات، ابن قولویہ، صفحہ 100)
3. مستند شیعہ کتب کے حوالہ جات
1. بحار الانوار – علامہ محمد باقر مجلسی، جلد 44
2. کامل الزیارات – ابن قولویہ قمی
3. امالی شیخ صدوق – شیخ صدوق
4. مقتل الحسین – خوارزمی
5. نفس المہموم – شیخ عباس قمی
6. لہوف – سید ابن طاووس

4. موجودہ پاکستانی اور ایرانی علماء کا موقف (شیعہ)

پاکستانی علماء:

· علامہ سید ساجد علی نقوی (قائد ملت جعفریہ پاکستان): ان کا موقف ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے اور یہ ظلم کے خلاف احتجاج کی علامت ہے۔ ماتم اور سینہ زنی جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے جو شرعی حدود میں رہتے ہوئے جائز ہے۔

· علامہ طالب جوہری (مرحوم): ان کے نزدیک عزاداری اور ماتم، اہل بیت کی محبت کا تقاضا ہے اور یہ امت کو ظلم کے خلاف بیدار کرتی ہے۔

ایرانی علماء:

· آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای (رہبر معظم ایران): ان کا موقف ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام اسلام کی بقا کا ضامن ہے، لیکن ماتم میں ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جو اسلام کی بدنامی کا باعث بنیں یا جسم کو شدید نقصان پہنچائیں۔ قمہ زنی وغیرہ کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔

· آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی: انہوں نے بھی قمہ زنی اور شدید جسمانی نقصان پہنچانے والے ماتم کو جائز نہیں قرار دیا اور کہا کہ عزاداری کے روایتی طریقے (سینہ زنی، زنجیر زنی) اپنائے جائیں۔

· آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی (عراق، لیکن ایران میں بھی پیروکار): انہوں نے قمہ زنی کو اگر نقصان دہ ہو تو حرام قرار دیا ہے، لیکن سینہ زنی اور زنجیر زنی کو جائز کہا ہے۔

مکتب اہل سنت کے مطابق محرم الحرام کے ماتم کے دلائل
1. قرآن مجید سے دلائل
اہل سنت علماء ماتم (سینہ زنی، زنجیر زنی، قمہ زنی وغیرہ) کے عدم جواز کے لیے درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں:
آیت 1: سورۃ التوبہ (9:82)
ترجمہ: "پس انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں، یہ بدلہ ہے اس کا جو وہ کماتے تھے۔"
اہل سنت علماء کہتے ہیں کہ یہاں رونا عذاب کے طور پر ذکر ہوا ہے، نہ کہ عبادت کے طور پر۔
آیت 2: سورۃ الحدید (57:23)
ترجمہ: "تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تم سے فوت ہو گیا اور اس پر اتراؤ نہیں جو اس نے تمہیں دیا۔"
اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کسی بھی مصیبت پر حد سے زیادہ غم اور ماتم کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔
آیت 3: سورۃ البقرہ (2:156)
ترجمہ: "جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"
اہل سنت کہتے ہیں کہ مصیبت پر صبر اور استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون) کہنا اسلامی طریقہ ہے، نہ کہ ماتم اور سینہ کوبی۔
2. احادیث مبارکہ سے دلائل (اہل سنت کتب سے)
حدیث 1: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو گریبان چاک کرے، منہ پیٹے اور جاہلیت کی طرح واویلا کرے۔"
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1294)
حدیث 2: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"میری امت میں جاہلیت کی چار عادتیں باقی رہیں گی: حسب و نسب پر فخر کرنا، دوسروں کی نسل پر طعنہ زنی کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا، اور میت پر نوحہ (ماتم) کرنا۔"
(صحیح مسلم، حدیث نمبر: 934)
حدیث 3: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:
"رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ (ماتم) نہیں کریں گی۔"
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1306)
حدیث 4: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کو تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، سوائے بیوہ کے جو چار ماہ دس دن سوگ منائے۔"
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1280)
3. مستند اہل سنت کتب کے حوالہ جات
1. صحیح بخاری – امام محمد بن اسماعیل بخاری
2. صحیح مسلم – امام مسلم بن حجاج قشیری
3. سنن ابی داؤد – امام ابوداؤد سجستانی
4. جامع ترمذی – امام ترمذی
5. سنن نسائی – امام نسائی
6. مشکوٰۃ المصابیح – علامہ خطیب تبریزی
7. شرح معانی الآثار – امام طحاوی

4. موجودہ پاکستانی اور سعودی عرب کے علماء کا موقف (اہل سنت)

پاکستانی علماء:

· مفتی محمد تقی عثمانی (وفاق المدارس العربیہ پاکستان): ان کا موقف ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک عظیم سانحہ ہے، لیکن اس پر ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور نوحہ خوانی اسلام میں جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ محرم میں صرف روزہ رکھنا اور دعا کرنا مسنون ہے۔ ماتم کے بجائے امام حسین کی قربانی سے سبق لینا چاہیے۔

· علامہ مفتی محمد رفیع عثمانی (مرحوم): ان کا موقف تھا کہ ماتم اور نوحہ خوانی حرام ہے، اور محرم میں یہ سب رسومات ہندوانہ اثرات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھا جائے اور شہدائے کربلا کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

· مولانا طارق جمیل: انہوں نے کہا کہ کربلا کا واقعہ اسلام کی تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ ہے، لیکن اس پر ماتم کرنا اور سینہ پیٹنا اسلامی طریقہ نہیں۔ ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی سے یہ سبق لینا چاہیے کہ حق کے لیے قربانی دینا ضروری ہے، لیکن ماتم کرنا بدعت ہے۔

سعودی عرب کے علماء:

· شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (مفتی اعظم سعودی عرب): انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ عاشورہ کے دن ماتم کرنا، سینہ کوبی کرنا، زنجیر زنی کرنا اور گریبان چاک کرنا بدعت اور حرام ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ماتم کرنے کا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غم ضرور ہونا چاہیے، لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے۔

· شیخ صالح الفوزان (رکن کبار علماء سعودی عرب): انہوں نے کہا کہ محرم میں ماتم اور نوحہ خوانی شیعہ کی ایجاد کردہ بدعات ہیں جو اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مصیبت پر صبر کرنا اور اجر کی امید رکھنا اسلامی تعلیمات ہیں، جبکہ واویلا کرنا اور سینہ پیٹنا جاہلیت کا طریقہ ہے۔

· شیخ عبدالمحسن العباد (سابق نائب مفتی اعظم سعودی عرب): انہوں نے کہا کہ ماتم اور نوحہ خوانی کے بارے میں صریح احادیث موجود ہیں جو اسے حرام قرار دیتی ہیں، لہذا مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

میں اہل سنت والجماعت سے کیوں ہوں؟

الجواب:

یہاں پر میں ایک بات واضح کردینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت بریلوی دیوبندی وہابی یا ٹی ایل پی وغیرہ نہیں ہیں بلکہ اہل سنت والجماعت سے میری مراد صرف وہ مسلمان ہیں جو قرآن مجید کے اصل ترجمے اور احادیث مبارکہ پر سو فیصد یقین رکھتے ہیں اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کا ترجمہ یا احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ سر خم تسلیم کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اس میں سے تاویل نکالنا شروع کردیں یا من چاہی تفسیر کریں۔۔

میں اہل سنت والجماعت سے اس لیے ہوں کیوں کہ اہل سنت والجماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جو قرآن مجید کے تمام تر معیارات پر پوری اترتی ہے ۔۔ قرآن مجید میں اہل بیت رضی اللہ عنھم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، صحابیات رضی اللہ عنھن اور امہات المومنین رضی اللہ عنھن سب کی عظمت کا بیان ہے ۔۔

یہ جماعت کسی ایک مقام پر بھی قرآن مجید کی مخالفت نہیں کرتی۔

ذیل میں قرآن مجید کی وہ آیات مع ترجمہ اور مختصر تفسیر (بالخصوص تفاسیر اہل سنت مثلاً ابن کثیر، قرطبیؒ اور طبری کی روشنی میں) پیش کی جا رہی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اہل سنت والجماعت سو فیصد حق پر مبنی جماعت ہے ۔۔

1. اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حق میں آیات

آیت تطہیر (سورۃ الاحزاب: 33)

ترجمہ:

"اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر قسم کے رجس (گناہ) کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک صاف رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔"

تفسیر:

اگرچہ یہ آیت سیاق و سباق کے لحاظ سے ازواج مطہرات کے خطاب کے دوران آئی ہے، لیکن صحیح مسلم اور ترمذی کی احادیث (حدیث کساء) سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر میں لے کر یہ دعا فرمائی: "اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے رجس دور فرما اور انہیں پاک صاف رکھ۔" اس لیے جمہور اہل سنت کے نزدیک "اہل بیت" میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں (کیونکہ آیت کا سیاق انہی سے متعلق ہے) اور آل عباء (پانچوں مقدس ہستیاں) بھی شامل ہیں۔

آیت مودت (سورۃ الشوریٰ: 23)

ترجمہ:

(اے" پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے۔"

تفسیر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "علی، فاطمہ، حسن اور حسین۔" (تفسیر طبری، الدر المنثور)۔ اس آیت سے اہل بیت کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

2. ازواج مطہرات کے حق میں آیات

سورۃ الاحزاب: 28-29

ترجمہ:

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

تفسیر:

یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ سے معاشی وسعت کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیار دیا کہ وہ دنیا چاہیں یا اللہ اور رسول ﷺ۔ تمام ازواج نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ اس پر ان کی فضیلت اور درجہ بلند ہوا۔

سورۃ الاحزاب: 30-32

ترجمہ:

"اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اسے اس کا اجر دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت والا رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ طمع کرے بلکہ قاعدے کے مطابق بات کرو۔"

تفسیر:

یہ آیات ازواج مطہرات کی عظمت اور ذمہ داری دونوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ وہ عام عورتوں جیسی نہیں، اس لیے ان پر احکام بھی سخت ہیں اور اجر بھی دگنا۔ یہ ان کی ساری زندگی کے لیے راہنمائی تھی۔

سورۃ الاحزاب: 6

ترجمہ:

"نبی مومنین کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

تفسیر:

اس آیت میں ازواج مطہرات کو "امہات المومنین" (مومنین کی مائیں) قرار دیا گیا ہے، یعنی ان سے نکاح کرنا امت پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور ان کا احترام ماں کی مانند واجب ہے۔۔

3. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں آیات

سورۃ التوبہ: 100

ترجمہ:

"اور سبقت کرنے والے اولین مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے اچھائی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

تفسیر:

یہ آیت ان تمام مہاجرین و انصار کے حق میں ہے جنہوں نے ابتدائی اسلام میں سبقت کی، چاہے وہ بیعت عقبہ، بدر، حدیبیہ وغیرہ میں شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے رضا کا اعلان فرما دیا۔ جو ان کی پیروی اچھے طریقے سے کرے وہ بھی اس رضا میں شامل ہے۔

سورۃ الفتح: 18

ترجمہ:

"بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں قریب کی فتح عطا کی۔"

تفسیر:

یہ آیت بیعت رضوان (حدیبیہ) میں شریک تقریباً 1400 صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ نے ان سے ابدی رضا کا اعلان کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

سورۃ الحشر: 8-9

ترجمہ:

(فیء)" ان فقیر مہاجرین کے لیے بھی ہے جنہیں اپنے گھروں اور اموال سے نکال دیا گیا... اور (ان انصار کے لیے) جو ان سے پہلے دار الہجرت (مدینہ) میں مقیم تھے اور ایمان لائے، وہ اپنے پاس آنے والے مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا جائے اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اور اپنی ضرورت کے باوجود انہیں ترجیح دیتے ہیں، اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔"

تفسیر:

یہ آیات مہاجرین اور انصار کی قربانیوں، ایثار اور خلوص کو بیان کرتی ہیں۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے مال و جائیداد میں شریک کیا، یہاں تک کہ بعض نے اپنی بیویوں کو طلاق دینے کی پیشکش کی تاکہ مہاجر بھائی ان سے نکاح کر سکیں (اللہ ان سب سے راضی ہو)۔

4. صحابیات (صحابہ خواتین) کے حق میں آیات

سورۃ الممتحنہ: 12

ترجمہ:

"اے نبی! جب مومن عورتیں آپ کے پاس اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور کوئی بہتان اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان نہیں باندھیں گی، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیجیے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگیے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

تفسیر:

یہ آیت ان صحابیات کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر یا ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس میں صحابیات کی دینی پختگی، عفت اور اطاعت کو نمایاں کیا گیا۔ نبی ﷺ نے ان کے لیے استغفار بھی فرمایا۔

سورۃ الاحزاب: 35

ترجمہ:

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں - ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

تفسیر:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن میں اکثر مقامات پر مردوں کا ذکر ہے، عورتوں کا ذکر کیوں نہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مردوں کے برابر عورتوں کی دینی خدمات اور ان کے اجر کا ذکر کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ترمذی)

سورۃ آل عمران: 195

ترجمہ:

"تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا، خواہ مرد ہو یا عورت، تم میں سے بعض بعض سے ہیں..."

تفسیر:

یہ آیت عام مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے۔ صحابیات (جیسے حضرت ام سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت فاطمہ بنت قیس وغیرہ) کا تذکرہ اس آیت کے شان نزول میں آتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں عورت اور مرد کے درمیان اجر و ثواب میں کوئی فرق نہیں، دونوں یکساں ہیں۔

خلاصہ

· اہل بیت کی پاکیزگی اور ان کی محبت فرض ہے۔
· ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں، ان کا مقام بلند ہے اور ان سے محبت و احترام ایمان کا حصہ ہے۔
· صحابہ کرام سے اللہ راضی ہے اور ان کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے۔
· صحابیات نے دین میں نمایاں خدمات انجام دیں اور قرآن نے ان کے مقام و اجر کو واضح کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مقدس ہستیوں کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے، آمین۔

عامر ثقلین

1. آغاز اور بانی

پس منظر:

تیرہویں صدی کے وسط میں اناطولیہ (ایشیائے کوچک) پر سلجوقی سلطنتِ روم کی حکومت تھی۔ 1243ء میں منگولوں نے "جنگ کوس داغ" میں سلجوقیوں کو شکست دے کر انہیں کمزور کر دیا۔ اس کے نتیجے میں اناطولیہ چھوٹی چھوٹی ترک امارتوں میں بٹ گیا۔

قبیلہ قائی:

عثمانی خاندان کا تعلق اوغوز ترکوں کی "قائی" شاخ سے تھا۔ منگولوں کے حملوں سے بھاگ کر یہ قبیلہ پہلے خراسان، پھر آرمینیا اور آخرکار اناطولیہ پہنچا۔

ارطغرل غازی (والدِ عثمان):

ارطغرل غازی نے سلجوقی سلطان علاء الدین کیقباد اول کی فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ ان کی خدمات کے صلے میں سلجوقی سلطان نے انہیں بازنطینی سلطنت کی سرحد پر واقع سوغوت کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ ارطغرل غازی کا انتقال 1280ء یا 1281ء میں ہوا۔

عثمان اول (عثمان غازی):

- پیدائش: 1258ء (تقریباً) سوغوت میں۔
- تخت نشینی: 1281ء میں والد کی وفات کے بعد قبیلے کا سردار بنا۔
- آزادی کا اعلان: 1299ء میں جب سلجوقی سلطنت مکمل طور پر زوال کا شکار ہو گئی تو عثمان اول نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اسی سال کو عثمانی سلطنت کا سنِ آغاز مانا جاتا ہے۔
- فوجی حکمت عملی: عثمان ایک بہترین سپہ سالار تھا۔ اس نے بازنطینی شہروں (جیسے بلیجک، ینی شہر، اور اق حصار) کو فتح کر کے اپنی ریاست کو وسیع کیا۔ اس نے "غزوہ" کی پالیسی اپنائی، جس کی وجہ سے دور دور سے ترک جنگجو اور مسلمان درویش اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔
- وصیت: عثمان اول نے مرتے وقت اپنے بیٹے اورخان کو وصیت کی تھی کہ عدل و انصاف کو قائم رکھنا، علماء کی عزت کرنا اور فتوحات جاری رکھنا۔
- وفات: 1326ء میں بروصہ (بورصہ) کی فتح کی خوشخبری سنتے ہوئے وفات پائی۔ انہیں بورصہ میں دفن کیا گیا۔
- اہمیت: عثمان اول نے صرف ایک ریاست کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ ایک ایسا نظام قائم کیا جو چھ سو سال تک دنیا کی طاقتور ترین قوت بنا رہا۔

2. عروج کا دور
عروج کے دور کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ابتدائی توسیع اور عالمی طاقت بننے کا دور۔
ابتدائی توسیع (1326 ء تا 1453 ء)

· اورخان غازی (1326-1362)) عثمان کے بیٹے نے بروصہ کو فتح کر کے اسے پہلا باضابطہ دارالحکومت بنایا۔ اسی دور میں پہلی بار عثمانی فوج نے یورپ (مشرقی تھریس) میں قدم رکھا۔ جنگ پیلیکانون (1329 ء) میں بازنطینی فوج کو شکست دی۔
· مراد اول (1362-1389)) انہوں نے ادرنہ (ایڈریانوپل) فتح کر کے اسے دارالحکومت بنایا، جس سے یورپ میں عثمانی پیش قدمی تیز ہوئی۔ جنگِ کوسووہ (1389 ء) میں سربیا اور اس کے اتحادیوں کو شکست دی، لیکن اسی جنگ میں ایک سرب سپاہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔
· بایزید یلدرم (1389-1402)) اس نے اناطولیہ میں ترک امارتوں کو یکجا کیا اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ تاہم، 1402 ء میں جنگِ انقرہ میں امیر تیمور (تیمور لنگ) کے ہاتھوں شکست اور قید کے بعد سلطنت انتشار کا شکار ہو گئی، جسے "فتنۂ قاعدہ" یا عثمانی زمانۂ تعطل کہا جاتا ہے۔
· محمد اول اور مراد ثانی: انہوں نے سلطنت کو دوبارہ متحد کیا۔ مراد ثانی نے 1444 ء میں جنگِ وارنا میں صلیبی فوج کو شکست دے کر یورپ میں عثمانی بالادستی دوبارہ قائم کی۔
عالمی طاقت بننا (1453 ء تا 1520 ء)
· سلطان محمد فاتح (1451-1481)) عروج کی سب سے اہم شخصیت۔ اس نے 29 مئی 1453 ء کو قسطنطنیہ فتح کیا۔ اس نے شہر کی دیواریں توڑنے کے لیے دیوہیکل توپیں استعمال کیں، جنہیں "اُربن" نامی ہنگری کے انجینئر نے بنایا تھا۔ اس فتح کے بعد اس نے "قیصرِ روم" کا خطاب اختیار کیا اور استنبول کو اسلامی دنیا کا ثقافتی و سیاسی مرکز بنایا۔ اس نے بلقان، یونان اور بحیرہ اسود کے ساحلوں کو بھی فتح کیا۔
· بایزید ثانی (1481-1512)) اس کا دور نسبتاً پرسکون رہا، لیکن بحریہ کو مضبوط کیا گیا۔ اسی دور میں ہسپانیہ سے نکالے گئے یہودیوں کو عثمانی سلطنت میں پناہ دی گئی۔
·

سلیم اول (1512-1520)) عرف "یاووز" (سخت گیر)۔ اس نے مشرق کی جانب توجہ دی۔ جنگ چالدران (1514 ء) میں ایران کے صفوی حکمران شاہ اسماعیل کو شکست دی۔ پھر 1516 ء میں جنگ مرج دابق اور 1517 ء میں جنگ ردانیہ میں مملوک سلطنت کو شکست دے کر مصر، شام، فلسطین اور حجاز (مکہ و مدینہ) کو سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس فتح کے بعد خلیفہ المتوکل ثالث نے خلافت کا منصب سلیم اول کو سونپ دیا۔ اس طرح عثمانی سلطان دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے۔

3. سنہری دور

سلطان سلیمان قانونی (1520 ء - 1566 ء)

یہ دور عثمانی سلطنت کا عروجِ کمال تھا، جسے "عثمانی کلاسیکی دور" بھی کہا جاتا ہے۔

فوجی فتوحات:

· بیلگریڈ کی فتح (1521 ء) : وسطی یورپ کا راستہ کھل گیا۔

· جنگ موہاچ (1526 ء) : ہنگری کی سلطنت کو دو گھنٹے میں شکست دی، اور ہنگری عثمانی باجگزار بن گیا۔

· ویانا کا محاصرہ (1529 ء) : سلیمان نے آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کا محاصرہ کیا۔ اگرچہ شدید سردی اور رسد کی کمی کی وجہ سے یہ محاصرہ ناکام رہا، لیکن اس سے یورپ میں عثمانیوں کی ہیبت قائم ہو گئی۔

· بحری طاقت: خیر الدین باربروسا کو عثمانی بحریہ کا امیر البحر (قپودان پاشا) بنایا گیا۔ اس نے 1538 ء میں جنگ پریویزا میں عیسائی اتحادی بحری بیڑے کو شکست دے کر بحیرہ روم کو عملی طور پر عثمانی جھیل بنا دیا۔

قانون سازی اور عدل:

· سلیمان نے اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین (قانون نامہ) کو باقاعدہ مرتب کروایا۔ اس نے ٹیکس کے نظام، زمین کی ملکیت، فوجی قوانین اور فوجداری قوانین کو منظم کیا۔ اسی وجہ سے ترک اسے "قانونی" کہتے ہیں۔

· اس کے دور میں عدالتی نظام بہت مضبوط تھا، اور "شیخ الاسلام" کو اعلیٰ ترین مذہبی و قانونی اختیار حاصل تھا۔

فن تعمیر اور ثقافت:

· معمار سنان: اس دور کا سب سے بڑا نام معمار سنان ہے۔ اس نے 300 سے زائد عمارتیں تعمیر کیں۔ اس کے شاہکاروں میں شہزادہ مسجد، سلیمانیہ مسجد (استنبول) اور سلیمیہ مسجد (ادرنہ) شامل ہیں۔ سلیمیہ مسجد کو یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا ہے۔

· ادب: اس دور میں شاعری اور تاریخ نویسی کو عروج ملا۔ "باقی" جیسے عظیم شاعر اسی دور میں پیدا ہوئے۔

معیشت: سلطنت کے پاس دنیا کے اہم ترین تجارتی راستے (شاہراہ ریشم اور مصالحے کی شاہراہ) آ گئے تھے۔ استنبول دنیا کا سب سے بڑا اور خوشحال شہر بن گیا۔

4. نظامِ حکومت اور انتظامیہ

عثمانی انتظامیہ ایک پیچیدہ، منظم اور کثیر الثقافتی نظام تھا۔

مرکزی حکومت:

· سلطان: ریاست اور حکومت کا سربراہ، مطلق العنان اختیارات کا حامل۔ سلطان کو "ظلِ اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہا جاتا تھا۔ 1517 ء کے بعد وہ خلیفہ بھی تھا۔

· دیوانِ ہمایوں: سلطنت کی کابینہ یا مشاورتی اسمبلی۔ اس کی صدارت شروع میں سلطان خود کرتا تھا، لیکن بعد میں صدرِ اعظم کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی۔

· صدرِ اعظم: سلطان کا نائب، جسے مہرِ شاہی (مہر) سونپی جاتی تھی۔ وہ سلطان کی غیر موجودگی میں مکمل اختیارات رکھتا تھا۔

· قاضی عسکر: فوجی اور عدالتی معاملات کا نگران۔

· دفتردار: خزانے اور مالیات کا وزیر۔

· نشانچی: سرکاری فرامین اور خط و کتابت کا انچارج۔

· شیخ الاسلام: دینی اور شرعی امور کا سب سے بڑا عالم۔ سلطان کے فرامین کو شرعی جواز فراہم کرنا یا رد کرنا اس کے اختیار میں تھا۔

صوبائی نظام:

· سلطنت کو بڑے ایالتوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جن کے سربراہ بیگلر بیگی تھے۔ ایالتیں مزید سنجقوں میں تقسیم تھیں، جن کے سربراہ سنجق بیگی تھے۔

· سنجق بیگی فوجی اور انتظامی امور دیکھتا تھا، جبکہ قاضی عدالتی امور دیکھتا تھا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ماتحت نہیں تھے بلکہ براہ راست استنبول کو جوابدہ تھے تاکہ طاقت کا توازن برقرار رہے۔

فوجی نظام:

· ینی چری: پیدل فوج کا اشرافیہ دستہ۔ بچپن میں "دوشرمہ" نظام کے تحت عیسائی خاندانوں سے لے کر انہیں سخت تربیت دی جاتی تھی۔ وہ شادی نہیں کر سکتے تھے اور صرف سلطان کے وفادار ہوتے تھے۔ (بعد میں یہ نظام خراب ہو گیا)۔

· سپاہی: گھڑ سوار فوج جو زمین کی جاگیر (تیمار) کے بدلے فوجی خدمات دیتی تھی۔ اسے "تیماری نظام" کہا جاتا تھا۔

· بحریہ: بحری بیڑے کا سربراہ "قپودان پاشا" کہلاتا تھا۔ باربروسا اور پیری رئیس جیسے ماہرین اس کے ماتحت تھے۔

نظامِ ملت :

· یہ عثمانی انتظامیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت تھی۔ غیر مسلم کمیونٹیز (آرتھوڈوکس عیسائی، آرمینیائی، یہودی) کو "ملت" کہا جاتا تھا۔

· ہر ملت کا سربراہ اس کا مذہبی پیشوا (پیٹریارک یا ربی) ہوتا تھا، جو اپنی کمیونٹی کے ذاتی قوانین (شادی، وراثت، تعلیم) کا انتظام کرتا تھا۔

· بدلے میں کمیونٹی کو "جزیہ" (ٹیکس) ادا کرنا پڑتا تھا، لیکن انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔

5. زوال کے اسباب

زوال ایک طویل اور پیچیدہ عمل تھا جس میں داخلی اور خارجی دونوں عوامل شامل تھے۔

داخلی اسباب:

1. سلطانوں کی کمزوری:

· سلیمان کے بعد زیادہ تر سلطان میدانِ جنگ میں فوج کی قیادت کرنے کے بجائے محل (حرم) میں رہنے لگے۔

· "قفس اصول" کے تحت شہزادوں کو حرم کے اندر قید رکھا جانے لگا تاکہ وہ بغاوت نہ کریں، جس کے نتیجے میں ناتجربہ کار اور ذہنی طور پر کمزور سلطان تخت پر بیٹھے۔

2. ینی چری کی بغاوت:

· وقت کے ساتھ ینی چری فوج نے "دوشرمہ" نظام ختم کروا کر اپنی اولاد کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔

· انہوں نے تجارت اور دستکاری کو اپنا پیشہ بنا لیا، جس سے فوجی طاقت ختم ہو گئی۔

· جب بھی سلطان نے جدید اصلاحات کرنے کی کوشش کی (جیسے عثمان ثانی)، ینی چریوں نے بغاوت کر کے سلطان کو قتل کر دیا۔

3. رسمی رشوت اور بدعنوانی:

· اعلیٰ عہدے رشوت دے کر حاصل کیے جانے لگے۔ "تیمار" (زمین کی جاگیریں) محنت اور قابلیت کے بجائے اثر و رسوخ کی بنیاد پر تقسیم ہونے لگیں، جس سے فوجی اور زرعی نظام تباہ ہوا۔

4. تعلیم کا جمود:

· مدرسوں میں صرف مذہبی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ سائنس، ریاضی اور فلسفے کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا گیا، جس کی وجہ سے عثمانی ذہن یورپی سائنسی ترقی کا مقابلہ نہ کر سکا۔

خارجی اسباب:

1. جغرافیائی دریافتوں کا نقصان : واسکو ڈے گاما کے ذریعے 1498 ء میں راس امید (Cape of Good Hope) کے راستے ہندوستان کی دریافت نے عثمانی تجارتی راستوں کو بے کار کر دیا۔ یورپی تاجر اب عثمانی سرزمین اور ٹیکسوں سے بچ کر براہ راست ہندوستان اور چین سے مال خرید سکتے تھے۔

2. قیمتی دھاتوں کی افراطِ زر:
· امریکہ سے ہسپانیہ بے پناہ سونا چاندی لے کر آیا۔ اس سے یورپ میں قیمتوں میں انقلاب آیا اور عثمانی کرنسی (آقچہ) کی قدر گر گئی، جس سے عثمانی معیشت بری طرح متاثر ہوئی۔

3. صنعتی انقلاب:
· یورپ میں کارخانے اور مشینیں لگنے سے سستا اور اعلیٰ معیار کا مال بننے لگا۔ عثمانی حکومت نے یورپی ممالک کو خصوصی تجارتی مراعات دے رکھی تھیں، جس کی وجہ سے یورپی سامان انتہائی کم ٹیکس پر عثمانی منڈیوں میں آتا تھا اور مقامی دستکاری (ٹیکسٹائل وغیرہ) تباہ ہو گئی۔

4. قوم پرستی کا عروج:
· انیسویں صدی میں فرانسیسی انقلاب کے "آزادی، مساوات، اخوت" کے نعروں نے عثمانی سلطنت کی عیسائی اقوام کو بغاوت پر اکسایا۔ روس اور دیگر یورپی طاقتوں نے ان بغاوتوں کو ہوا دی۔
· یونان (1829ء) سربیا، بلغاریہ اور رومانیہ یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے گئے۔

6. اصلاحات کی ناکام کوششیں

سلطنت کو بچانے کے لیے دو بڑے ادوار میں اصلاحات کی گئیں۔
پہلا دور: لالہ دور اور ابتدائی اصلاحات (1718-1730)

· اس دور میں یورپی طرز تعمیر، فن اور طرز زندگی اپنائی گئی۔ پہلی بار یورپ میں مستقل سفارت خانے کھولے گئے۔
· سلطان احمد ثالث: نے پہلی بار پرنٹنگ پریس (چھاپہ خانہ) متعارف کرایا (ابراہیم متفرقہ کے ذریعے)۔
· یہ اصلاحات صرف سطحی تھیں اور ینی چریوں کی بغاوت (پیٹرونا خلیل بغاوت) کے نتیجے میں ختم ہو گئیں۔
دوسرا دور: سلطان محمود ثانی اور تنظیمات (1808-1876))

· محمود ثانی (1808-1839)) عثمانی تاریخ کا سب سے انقلابی سلطان۔
· 1826ء میں "واقعہ خیریہ" کے نام سے ینی چری فوج کو توپوں سے اڑوا کر مکمل طور پر ختم کر دیا۔

جدید فوج "عساکرِ منصورہ محمدیہ" بنائی۔
· جدید وزارتیں (کابینہ) قائم کیں، لباس میں تبدیلی کی، اور تعلیم کے لیے اسکول بنائے۔
· تنظیماتِ خیریہ 1839-1876))
· خطِ شریف گلخانہ (1839 ء): سلطان عبدالمجید نے اس فرمان کے ذریعے اعلان کیا کہ سلطان کی طاقت قانون کے تابع ہوگی۔ تمام شہریوں (مسلم اور غیر مسلم) کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی جائے گی۔
· خطِ ہمایوں (1856 ء) غیر مسلموں کو مکمل برابری کے حقوق دیے گئے تاکہ یورپی مداخلت کو روکا جا سکے۔
· جدید عدالتیں، پولیس اور میونسپلٹی قائم کی گئیں۔
· آئین کا دور (پہلا مشروطیت 1876 ء):
· نوجوانانِ عثمان کے دباؤ پر سلطان عبدالحمید ثانی نے 1876 ء میں تاریخ کا پہلا عثمانی آئین (قانونِ اساسی) نافذ کیا اور پارلیمنٹ قائم کی۔
· لیکن 1877 ء میں روس کے ساتھ جنگ (جنگِ 93) شروع ہوتے ہی عبدالحمید ثانی نے پارلیمنٹ معطل کر دی اور آئین منسوخ کر کے مطلق العنان حکومت بحال کر لی۔
ناکامی کی وجوہات:
1. قدامت پرست عناصر: علماء اور پرانے بیوروکریٹس مغربی طرز کی اصلاحات کو دین کے خلاف سمجھتے تھے۔
2. یورپی مداخلت: یورپی طاقتیں اصلاحات کی حمایت صرف اپنے مفاد کے لیے کرتی تھیں۔ عثمانی معیشت پر غیر ملکی قرضوں کا بوجھ اتنا بڑھ گیا کہ 1875 ء میں سلطنت دیوالیہ ہو گئی اور "عثمانی پبلک ڈیٹ ایڈمنسٹریشن" کے نام سے یورپی کمیشن نے عثمانی خزانے پر قبضہ کر لیا۔
3. قوم پرستی: برابری کے قوانین کے باوجود بلقان کی عیسائی اقوام علیحدگی چاہتی تھیں، نہ کہ سلطنت میں انضمام۔
7. خاتمہ :خاتمے کا عمل پہلی جنگ عظیم سے شروع ہوتا ہے۔
عبدالحمید ثانی کا دور 1876-1909)):
· مطلق العنان حکومت قائم کی، لیکن اس نے ریلوے لائنیں بچھائیں (جیسے حجاز ریلوے)، اسکول کھولے، اور پان اسلامزم کی پالیسی اپنائی تاکہ برطانوی اور روسی سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔
· 1908 ء میں نوجوانانِ عثمان (اتحاد و ترقی کمیٹی) کے انقلاب نے عبدالحمید کو آئین بحال کرنے پر مجبور کر دیا۔
· 1909 ء میں "31 مارچ کا واقعہ" پیش آیا، جس کے بعد عبدالحمید کو معزول کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ اصل طاقت "اتحاد و ترقی" (ینگ ترک) کے ہاتھ میں آ گئی۔

پہلی جنگ عظیم (1914-1918):

· اتحاد و ترقی کی حکومت (انور پاشا، طلعت پاشا، جمال پاشا) نے جرمنی کے ساتھ خفیہ معاہدہ کر کے جنگ میں حصہ لیا۔
· عثمانی فوج نے کئی محاذوں پر لڑائی لڑی (چناق قلعہ، قفقاز، عراق، فلسطین)۔ جنگ چناق قلعہ (گیلی پولی) میں مصطفیٰ کمال نے شاندار کامیابی حاصل کی، لیکن مجموعی طور پر سلطنت جنگ ہار گئی۔
· جنگ کے دوران مشرقِ وسطیٰ میں برطانوی اور فرانسیسی افواج نے پیش قدمی کی اور عرب بغاوت (شریف حسین کی مدد سے) نے عثمانی فوج کو کمزور کر دیا۔

جنگ کے بعد (1918-1922):

· معاہدۂ سیورے (1920ء) اتحادیوں نے سلطنت کو عملی طور پر ختم کر دیا۔ اناطولیہ کو فرانس، اٹلی اور یونان میں بانٹ دیا گیا۔ استنبول پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔
· ترک جنگِ آزادی (1919-1922): اس کے خلاف مصطفیٰ کمال پاشا نے انقرہ میں متبادل حکومت قائم کی اور یونانی فوج کو شکست دے کر اناطولیہ کو دوبارہ آزاد کرایا۔

سلطنت کا قانونی خاتمہ (1922-1924):

· یکم نومبر 1922ء: ترکی کی قومی اسمبلی (انقرہ) نے ایک قانون کے ذریعے سلطنت (سلطانت) کو ختم کر دیا۔ آخری سلطان محمد ششم (وحید الدین) برطانوی جنگی جہاز پر سوار ہو کر ملک سے فرار ہو گیا۔
· 29 اکتوبر 1923ء: ترکی کو باضابطہ طور پر جمہوریہ قرار دے دیا گیا، اور مصطفیٰ کمال پاشا اس کے پہلے صدر بنے۔
· 3 مارچ 1924ء: قومی اسمبلی نے خلافت کو بھی ختم کر دیا۔ آخری خلیفہ عبدالمجید آفندی (ثانی) کو خاندان کے تمام افراد سمیت جلاوطن کر دیا گیا۔ اس طرح چار سو سال سے زائد عرصے تک عثمانی خاندان کے پاس رہنے والی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور عثمانی سلطنت کا نام تاریخ کا حصہ بن گیا۔

حوالہ جات

عثمانی تاریخ کی گہرائی میں جانے کے لیے درج ذیل بنیادی ماخذ اور کتب مستند سمجھی جاتی ہیں:

انگریزی زبان کے ذرائع:

1. Halil İnalcık - "The Ottoman Empire: The Classical Age 1300-1600" (یہ کتاب عثمانی تاریخ کا سب سے مستند علمی حوالہ ہے)۔
2. Caroline Finkel - "Osman's Dream: The History of the Ottoman Empire" (سلطنت کی ابتدا سے خاتمے تک مکمل تاریخ)۔
3. Stanford J. Shaw - "History of the Ottoman Empire and Modern Turkey" (دو جلدوں پر مشتمل انتہائی تفصیلی تاریخ)۔
4. Alan Palmer - "The Decline and Fall of the Ottoman Empire" (زوال کے اسباب پر مرکوز بہترین کتاب)۔
5. Bernard Lewis - "The Emergence of Modern Turkey" (اصلاحات اور خاتمے کے دور کے لیے مستند)۔

اردو زبان کے ذرائع:

6. ڈاکٹر محمد عظیم - "تاریخِ سلطنتِ عثمانیہ" (اردو میں جامع اور مدلل تاریخ)
7. علی احمد - "سلطنتِ عثمانیہ کا عروج و زوال" (عام قارئین کے لیے بہترین)

بنیادی اور آن لائن ذرائع

8. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encyclopaedia Britannica): عثمانی سلطنت پر آن لائن علمی مضامین۔
9. انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا: عثمانی صفوی تعلقات اور مشرقی سرحدوں کے بارے میں تفصیلات۔

عامر ثقلین

مسجد کے آداب

کھانے پینے کے آداب

محفل کے آداب

عامر ثقلین

1. مسجد کے آداب
مسجد اللہ کا گھر ہے، اس لیے اس کا ادب و احترام ضروری ہے۔ احادیث میں مسجد کے آداب یہ بیان ہوئے ہیں:

داخلے اور خروج کے آداب

· داخل ہوتے وقت دعا:
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:
· اللّٰھُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے)۔ (صحیح مسلم: 713)
· نکلتے وقت دعا:
· اللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں)۔ (صحیح مسلم: 713)

داخلے سے پہلے

· پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا مستحب ہے۔
· جوتے اتار کر داخل ہونا اور انہیں مناسب جگہ رکھنا۔
· خوشبو کا استعمال خاص طور پر جمعہ کے دن مسجد آنے سے پہلے مسواک اور خوشبو استعمال کرنا سنت ہے۔
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، مسواک کرے اور خوشبو لگائے تو اس کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ (صحیح بخاری: 880)

نماز اور بیٹھنے کے آداب

· تحیۃ المسجد: مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا۔
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔ (صحیح بخاری: 444)
· صفوں کو سیدھا کرنا: صفیں سیدھی کرنا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔ (صحیح بخاری: 723)
· مسجد میں بیٹھ کر ذکر، تلاوت یا علمی گفتگو کرنا مستحب ہے۔

جن چیزوں سے پرہیز ضروری ہے

· لہسن، پیاز اور بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آنا:
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے، یا فرمایا: ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ (صحیح بخاری: 855)

مسجد میں خرید و فروخت منع ہے:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے۔ (سنن ترمذی: 1321)

· گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں منع ہے۔ (صحیح مسلم: 568)

· مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اگر ضرورت ہو تو رومال یا کپڑے میں تھوکے۔ (صحیح بخاری: 405)

· بلند آواز میں بات کرنا، شور مچانا یا دنیاوی معاملات میں مشغول ہونا مسجد کے تقدس کے خلاف ہے۔

· مسجد کو راستہ بنانا بغیر نماز یا ذکر کے صرف گزرگاہ کے طور پر استعمال کرنا مناسب نہیں۔

......

2. کھانے پینے کے آداب

اسلام میں کھانے پینے کے آداب احادیث میں بیان ہوئے ہیں:

کھانے سے پہلے

· بسم اللہ پڑھنا:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے، اگر شروع میں بھول جائے تو کہے: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ۔ (سنن ابی داود: 3767)

· دایاں ہاتھ استعمال کرنا:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیے۔ (صحیح مسلم: 2020)

· اپنے سامنے سے کھانا:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے سامنے سے کھاؤ اور برتن کے بیچ میں ہاتھ نہ ڈالو۔ (صحیح بخاری: 5376)

· مل کر کھانا اور اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔ (سنن ابی داود: 3764)

کھانے کے دوران

- تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے۔
- گرم کھانے پر پھونک نہ مارنا:
- نبی کریم ﷺ نے کھانے پینے میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: 1888)
- کھانے میں عیب نہ نکالنا:
- نبی کریم ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (صحیح بخاری: 5409)
- بیٹھ کر کھانا بہتر ہے، کھڑے ہو کر کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: 2024)
- لقمہ چھوٹا رکھنا اور اچھی طرح چبا کر کھانا۔

کھانے کے بعد

- الحمد للہ کہنا:
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھا کر الحمد للہ کہے اور پانی پی کر الحمد للہ کہے۔ (صحیح مسلم: 2734)
- انگلیاں چاٹنا یا چٹانا:
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کس لقمے میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم: 2033)
- برتن صاف کرنا مستحب ہے۔

پینے کے آداب

- دایاں ہاتھ سے پینا۔
- بیٹھ کر پینا:
- نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: 2024)
- تین سانسوں میں پینا:
- نبی کریم ﷺ تین سانسوں میں پانی پیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زیادہ سیراب کرنے والا اور صحت کے لیے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری: 5631)
- برتن میں سانس نہ لینا:
- نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری: 5630)
- پانی پلا کر دعا دینا:
- اگر کوئی پانی پلائے تو پینے والا اس کے لیے دعا کرے۔

3. محفل (مجلس) کے آداب
مجلس یا محفل کے آداب احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہیں:
مجلس میں داخلہ
· سلام کرنا:
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم مجلس میں پہنچو تو سلام کرو اور جب اٹھنے لگو تو بھی سلام کرو، پہلا سلام دوسرے سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ (سنن ترمذی: 2706)
· جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھنا اور لوگوں کو اٹھا کر ان کی جگہ نہ لینا۔
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ خود وہاں بیٹھ جائے۔ (صحیح بخاری: 6270)
· حلقہ بنا کر بیٹھنا اور بیچ میں نہ گھسنا۔

مجلس کے دوران
· اچھی اور مفید بات کرنا:
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (صحیح بخاری: 6018)
· غیبت، چغلی اور فضول باتوں سے پرہیز:
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کرنے والے کی مجلس حسرت بن جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: 3377)
· بات سننے والوں کی طرف متوجہ ہونا اور درمیان میں کسی کی بات نہ کاٹنا۔
· آپس میں سرگوشی نہ کرنا:
· اگر تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ (صحیح بخاری: 6290)
· ہنسی مذاق میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور جھوٹی باتوں سے بچنا۔
· کسی کو ذلیل یا حقیر نہ سمجھنا۔

مجلس کے اختتام پر

· کفارۃ المجلس پڑھنا:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور وہاں بہت سی باتیں ہوں تو اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

· سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

· تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: 3433)

· سلام کہہ کر اٹھنا۔

خاص احادیث

· مجلس کی امانت: مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں، کسی کی رازداری کو فاش نہ کرنا۔

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجلسوں کی باتیں امانت ہیں۔ (سنن ابی داود: 4869)

· مجلس میں ذکر الٰہی:

· نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے جمع ہوتے ہیں، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ اپنے مقربین میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: 2700)

برزخ کے لغوی معنی دو چیزوں کے درمیان حائل چیز یا پردے کے ہیں۔
اصطلاحی مفہوم میں یہ موت کے بعد اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے والی زندگی کا نام ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں عالم برزخ میں نافرمانوں اور گنہگاروں کے عذاب کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔
ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں برزخ کے عذاب کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

1. قرآن مجید سے دلائل
قرآن کریم میں کئی مقامات پر مرنے کے بعد قیامت سے پہلے کے عذاب کا ذکر موجود ہے۔
(الف) آل فرعون پر صبح و شام عذاب (سورۃ المؤمن/غافر)
آل فرعون (فرعونیوں) کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (سورۃ المؤمن: 46)
ترجمہ: (ان کی روحوں پر) آگ صبح اور شام پیش کی جاتی ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔
تشریح: اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے (یعنی برزخ میں) فرعونیوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے، اور قیامت کے دن انہیں اس سے بھی زیادہ سخت عذاب میں ڈالا جائے گا۔
(ب) سخت گھیراؤ اور عذاب (سورۃ التوبہ)
منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (سورۃ التوبہ: 101)
ترجمہ: ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
تشریح: اکثر مفسرین نے "دو مرتبہ عذاب" کی تفسیر میں بتایا ہے کہ پہلا عذاب دنیا میں (رسوائی، قتل، یا مصائب کی صورت میں) اور دوسرا عذاب قبر (عالم برزخ) میں ہوگا، پھر آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔

(ج) بری حالت میں روح کا قبض ہونا اور عذاب کی بشارت (سورۃ الانعام اور الانفال)

اللہ تعالیٰ ظالموں اور کفار کی موت کے وقت کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ (سورۃ الانعام: 93)

ترجمہ: اور کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا۔

تشریح: "آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا" کا خطاب موت کے فوراً بعد ہوتا ہے، قیامت کے دن نہیں، کیونکہ قیامت تو بعد میں آئے گی۔ یہ عذاب برزخ ہی کا عذاب ہے۔

2. احادیث مبارکہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ نے قبر کے عذاب اور برزخ کی زندگی کے بارے میں بہت تفصیل سے بتایا ہے۔

(الف) قبر قیامت کا پہلا مرحلہ ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ

(جامع الترمذي)

ترجمہ: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر وہ اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کے مراحل آسان ہیں، اور اگر وہ اس سے نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کے مراحل زیادہ سخت ہیں۔

(ب) قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

(صحیح بخاری)

ترجمہ: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا اس سے پناہ مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے۔

(ج) پیشاب سے بچنے کی تاکید اور قبر کا عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ

(صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ: ان دونوں (مردوں) کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی بڑے گناہ میں نہیں (یعنی جسے وہ بڑا سمجھتے تھے)۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا (طہارت کا اہتمام نہیں کرتا تھا) اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔

(د) حیوانات تک قبر کے عذاب کی آواز سنتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ

(صحیح مسلم)

ترجمہ: اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم ایک دوسرے کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کے عذاب کی وہ آوازیں سنا دے جو میں سنتا ہوں۔

عامر ثقلین

اسپین میں مسلم کا عروج و زوال

اندلس (موجودہ اسپین اور پرتگال) کی اسلامی تاریخ تقریباً 781 سال 711ء) تا 1492ء) پر محیط ہے۔ یہ دور انسانی تاریخ کے درخشاں ترین ادوار میں شمار ہوتا ہے جب علم، فن، فلسفہ، طب، ریاضی اور فن تعمیر نے عروج حاصل کیا اور یورپ کی تاریک صدیوں میں روشنی کا مینار بنا۔

1. فتح اندلس

1.1 تاریخی پس منظر

ویزگوتھ حکومت:

· چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں ویزگوتھ قوم نے جزیرہ نما آئبیریا پر قبضہ کر لیا تھا۔

· دارالحکومت: طلیطلہ

· مذہب: عیسائیت کا کیتھولک فرقہ 589ء) سے سرکاری مذہب)

· معاشرہ: سخت طبقاتی نظام، جاگیردارانہ استحصال، یہودیوں پر ظلم و ستم

ویزگوتھ حکومت کی کمزوریاں:

1. سیاسی عدم استحکام: بادشاہت انتخابی تھی، جس کے باعث ہر جانشینی پر خانہ جنگی ہوتی تھی۔

2. طبقاتی تفریق: اشرافیہ اور پادریوں کے ہاتھ میں تمام زمینیں اور اختیارات تھے۔

3. کسانوں اور غلاموں کی بغاوتیں: سخت جبر کے خلاف عوام میں شدید بے چینی تھی۔

4. یہودیوں پر مظالم: سترھویں کونسل آف طلیطلہ (694ء) میں یہودیوں کو غلام بنانے کا قانون پاس ہوا۔

بادشاہ رودرک کا تخت پر قبضہ:

· 710ء میں ویزگوتھ بادشاہ وطیزہ فوت ہوا۔

· وطیزہ کے بیٹوں (اخیلا، اولموند، ارطباس) کی بجائے رودرک نے زبردستی تخت سنبھالا۔

· وطیزہ کے خاندان اور ان کے حامیوں نے رودرک کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

کاؤنٹ جولین کا کردار:

· جولین (عربی میں: یولیان یا الیان) سیوطہ کا گورنر تھا جو شمالی افریقہ کے ساحل پر آخری بازنطینی/ویزگوتھ چوکی تھی۔

· کچھ تاریخی روایات کے مطابق رودرک نے جولین کی بیٹی فلوریندا کی عصمت دری کی تھی، جس کا بدلہ لینے کے لیے جولین نے مسلمانوں کو اندلس پر حملے کی ترغیب دی۔

· جولین نے موسیٰ بن نصیر کو ویزگوتھ حکومت کی کمزوریوں، اندرونی خانہ جنگی اور ساحلی راستوں کی مکمل معلومات فراہم کیں۔

1.2 طارق بن زیاد کی مہم (711ء)

طارق بن زیاد کا تعارف:

· قبیلہ: بربر (زناتہ یا نفزہ قبیلے سے تعلق)

· عہدہ: موسیٰ بن نصیر (گورنر افریقہ) کے ماتحت طنجہ کا حاکم

· مذہب: اسلام (بربر قوم کی اکثریت نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا)

آبنائے جبل الطارق عبور کرنا:

· تاریخ: رجب 92 ھ / مئی 711 ء

· فوج کی تعداد:

· پہلی کھیپ: 7,000 سپاہی (زیادہ تر بربر)

· بعض روایات میں 12,000 تک کہا گیا ہے

· بحری جہاز: جولین نے اپنے تجارتی بیڑے فراہم کیے

· آخری کشتی پر طارق کا مشہور خطبہ:

· "اے لوگو! بھاگنے کے لیے کہاں جاؤ گے؟ سمندر تمہارے پیچھے ہے اور دشمن تمہارے سامنے، اللہ کی قسم تمہارے لیے صرف صدق و صبر ہے۔"

· جبل الطارق : طارق نے یہاں پڑاؤ ڈالا، جو آج تک انہی کے نام سے منسوب ہے (جبل طارق = طارق کا پہاڑ)۔

پہلا معرکہ:

· 19 جولائی 711ء کو جنگ وادی لکہ ہوئی۔

· رودرک کی فوج: 100,000 (مبالغہ آمیز روایات)، حقیقتاً 25,000 سے 40,000 کے درمیان

· مسلم فوج: 7,000 سے 12,000

· رودرک نے اپنی فوج کا کچھ حصہ وطیزہ کے بیٹوں کے ماتحت کیا، جنہوں نے موقع پر غداری کی اور جنگ کے دوران میدان چھوڑ دیا۔

· نتیجہ: رودرک مارا گیا (یا فرار ہو کر ڈوب گیا)، ویزگوتھ فوج کو فیصلہ کن شکست ہوئی۔

1.3 موسیٰ بن نصیر کی آمد (712 ء)

· طارق کی کامیابی کی خبر پر موسیٰ بن نصیر خود 18,000 فوج لے کر 712ء میں اندلس پہنچے۔

· دونوں کمانڈروں نے مل کر مختلف شہر فتح کیے۔

· فتح شدہ اہم شہر:

· قرطبہ · اشبیلیہ طلیطلہ · مرسیہ · سرقسطہ · مالقہ · غرناطہ

1.4 فتح کی آسانی کے اسباب

1. اندرونی خانہ جنگی: ویزگوتھ اشرافیہ آپس میں بٹی ہوئی تھی

2. مظلوم طبقات کی حمایت: یہودیوں اور کسانوں نے مسلمانوں کو آزادی دہندہ سمجھا

3. معاہدات اور صلح کی پالیسی: مسلمانوں نے اکثر شہروں کو معاہدے کے ذریعے فتح کیا، جس میں مذہبی آزادی، جان و مال کی حفاظت اور مقامی رسوم کی بقا شامل تھی

قامی رسوم کی بقا شامل تھی

4. ویزگوتھ فوج کی کمزوری: زرعی غلاموں سے بنی فوج میں جنگی جذبہ نہ تھا

1.5 فتح کی تکمیل (714ء – 720ء)

· موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کو 714ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دمشق طلب کیا۔

· دونوں کو عہدے سے ہٹا دیا گیا (موسیٰ کو قید بھی کیا گیا)۔

· 714ء سے 720ء تک فتوحات جاری رہیں، یہاں تک کہ:

· 719ء تک ناربون اور جنوبی فرانس کے کچھ علاقے فتح ہوئے

· 720ء تک تمام جزیرہ نما تقریباً مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا

· صرف شمال کے پہاڑی علاقے (آسٹوریاس اور باسک) آزاد رہے

2. دورِ امارت

2.1 تعریف

دورِ امارت وہ عرصہ ہے جب اندلس خلافتِ امویہ (دمشق) کا ایک صوبہ (ولایت) تھا اور اس کا حاکم خلیفہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ دور 711ء سے 756ء تک محیط ہے۔

2.2 گورنروں کی فہرست اور اہم واقعات

پہلا دور: موسیٰ بن نصیر کا انتظام (711ء – 714ء):

· موسیٰ بن نصیر نے فتح کے بعد اندلس کا انتظام سنبھالا

· اپنے بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ کو اندلس کا گورنر مقرر کیا

· عبدالعزیز نے اشبیلیہ کو دارالحکومت بنایا

· عبدالعزیز کا قتل (716ء):

· اس نے ویزگوتھ بادشاہ رودرک کی بیوہ ایجیلونا سے شادی کی

· شادی کے بعد اس نے عیسائی طرز کے تاج پہننا شروع کیے

· بعض مسلم سپاہیوں نے اسے "عیسائی ہو گیا" سمجھ کر قتل کر دیا

· اس کا سر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے پاس دمشق بھجوایا گیا

گورنروں کا دور (716ء – 741ء):

· اس عرصے میں تقریباً 20 گورنر یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے

· انتظامی دارالحکومت: قرطبہ (اشبیلیہ سے منتقل)

· اہم گورنر:

· الحر بن عبدالرحمن الثقفی

· السمح بن مالک الخولانی (فرانس پر حملے، 721ء میں جنگ ٹولوز میں شہید)

· عنبسہ بن سحیم الکلبی (عسکری توسیع، 726ء میں شہید)

· عبدالرحمن الغافقی (مشہور گورنر، 732ء میں جنگ بلاط الشہداء میں شہید)

جنگ بلاط الشہداء (732ء):
· مقام: ٹورس اور پوئیتیے کے درمیان (وسطی فرانس)
· مسلم کمانڈر: عبدالرحمن الغافقی
· فرانکسی کمانڈر: چارلس مارٹل
· مسلم فوج کی شکست، عبدالرحمن الغافقی شہید
· یورپی تاریخ میں اسے "اسلامی خطرے" سے یورپ کی نجات کا معرکہ کہا جاتا ہے
· دراصل یہ کوئی بڑی فوجی شکست نہیں تھی بلکہ ایک حد بندی تھی؛ مسلم فوجیں اس کے بعد بھی چند دہائیوں تک فرانس میں حملے کرتی رہیں

2.3 اندرونی تنازعات اور قبائلی عصبیت

عرب قبائل کی تقسیم:
· قبیلہ قیس (مضریہ): شام کے شمالی عرب
· قبیلہ یمن (یمنیہ): جنوبی عرب
· دونوں کے درمیان قدیم رقابتیں اندلس میں بھی منتقل ہوئیں

بربر بغاوت (740ء – 742ء):
· شمالی افریقہ میں بربروں نے اموی خلافت کے خلاف بغاوت کی
· یہ بغاوت اندلس تک پھیلی
· بربر فوجیں جو اندلس کے شمالی محاذ پر تعینات تھیں، بغاوت میں شامل ہو گئیں
· نتیجہ: شمالی سرحدیں کمزور ہوئیں، مسیحیوں نے کئی علاقے واپس لے لیے
· خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے شام سے 12,000 فوجی بھیجے، جنہوں نے بغاوت کچلی
· شامی فوجیوں کو اندلس میں جائیدادیں دے کر آباد کیا گیا

گورنروں کے درمیان جنگیں:
· 742ء سے 756ء تک گورنر آپس میں برسرِ پیکار رہے
· قیسی اور یمنی دھڑوں کی خانہ جنگی نے اندلس کو کمزور کر دیا
· یوسف الفہری (آخری گورنر) کی حکومت کمزور تھی

3. امارتِ امویہ

3.1 عبدالرحمن الداخل (756ء – 788ء)

فرار اور اندلس آمد:
· پیدائش: 731ء، دمشق کے قریب
· والد: معاویہ بن ہشام (خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا بیٹا) ۔ 750ء میں عباسی انقلاب کے بعد اموی خاندان کی نسل کشی کی گئی
· عبدالرحمن الداخل اپنے بھائی کے ساتھ فرار ہوئے، دریائے فرات عبور کرتے وقت عباسی سپاہیوں نے پکڑنے کی کوشش کی، بھائی واپس چلا گیا اور قتل کر دیا گیا، عبدالرحمن تیر کر بچ نکلے
· پانچ سال تک شمالی افریقہ (مصر، برقہ، مغرب اقصیٰ) میں روپوش رہے
· ان کی رہائی کا انتظام ان کے آزاد کردہ غلام بدر نے کیا
· بربر قبیلے نفزہ (ان کی والدہ کا قبیلہ) نے پناہ دی

اندلس میں داخلہ:

· 755 ء میں بدر کو اندلس بھیجا گیا تاکہ امویوں کے حامیوں (یمنی قبائل) سے رابطہ کریں

· ستمبر 755 ء میں عبدالرحمن الداخل المنکب کے ساحل پر اترے

· یمنی قبائل نے ان کی حمایت کی

· 16 مئی 756 ء کو جنگ مصارہ میں گورنر یوسف الفہری کو شکست دی

· قرطبہ میں داخل ہو کر امیر قرار پائے

حکومت کا استحکام:

· داخلی بغاوتیں:

· یوسف الفہری کی بغاوت (758 ء میں کچلی)

· گورنر افریقہ کا حملہ (763 ء میں پسپا کیا)

· یمنی سرداروں کی بغاوتیں

· بربر بغاوتیں

· 777 ء کی سازش: عباسی خلیفہ المہدی اور شارلمین کا اتحاد؛ سرقسطہ کے حاکم حسین بن یحییٰ کی بغاوت

· جنگ مضیق رونسو (778 ء): شارلمین کی فوج جب واپس جا رہی تھی تو باسک قبائل نے گھات لگا کر قتل عام کیا (رولینڈ کی موت کا مشہور واقعہ)

· 780 ء تک تقریباً تمام بغاوتیں کچل دی گئیں

· انتظامی اصلاحات:

· ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کی

· فوج کو منظم کیا، 40,000 سے زائد کی مستقل فوج بنائی

· قرطبہ میں پہلی بڑی مسجد کی بنیاد رکھی (785 ء)

· سکے ڈھالے

· عدالتی نظام قائم کیا

وفات:

· 30 ستمبر 788 ء کو قرطبہ میں وفات پائی

· ان کا لقب "صقر قریش" (قریش کا باز) رکھا گیا

· 32 سالہ حکومت میں اندلس کو ایک مستحکم اور خود مختار ریاست بنا دیا

اور خود مختار ریاست بنا دیا

3.2 ہشام اول (788 ء – 796 ء)

· عبدالرحمن الداخل کے بیٹے

· متقی اور علم دوست حکمران

· عیسائی ریاستوں کے خلاف مسلسل جنگیں جاری رکھیں

· مالکی فقہ کو سرکاری فقہ کا درجہ دیا

· قرطبہ کی مسجد کی تعمیر مکمل کی

3.3 الحکم اول (796ء – 822ء)

- سختی اور جبر کی پالیسی
- مشہور بغاوت واقعہ ربض (818ء):
  - قرطبہ کے جنوبی محلے میں بغاوت ہوئی
  - باغیوں کو سخت سزا دی گئی، ہزاروں کو جلاوطن کیا گیا
  - جلاوطن شدگان نے اسکندریہ میں آباد ہو کر 827ء میں کریٹ پر قبضہ کیا اور 140 سال تک آزاد اسلامی ریاست قائم رکھی
  - کچھ جلاوطن شمالی افریقہ میں آباد ہوئے اور فیض شہر کی بنیاد رکھی

3.4 عبدالرحمن دوم (822ء – 852ء)

- امارت کا دوسرا سنہری دور
- ثقافتی ترقی: بغداد کے طرز پر ثقافتی اور علمی سرگرمیاں
- مشہور گلوکار اور موسیقار زریاب بغداد سے آئے
- زریاب نے اندلس میں موسیقی، فیشن، کھانے پکانے کے آداب، اور صفائی کے نئے انداز متعارف کروائے
- بحریہ کو مضبوط کیا، وائی کنگ کے حملے (844ء) کو پسپا کیا
- مسیحی ریاستوں کے خلاف جنگیں جاری رکھیں

3.5 محمد اول (852ء – 886ء) تا عبداللہ بن محمد (888ء – 912ء)

- یہ دور داخلی بغاوتوں کا دور تھا
- عمر بن حفصون کی بڑی بغاوت:
  - اس نے جنوبی اندلس میں ایک مضبوط بغاوت کی
  - عمر بن حفصون نے اسلام قبول کیا تھا لیکن بعد میں عیسائی ہو گیا
  - اس کی بغاوت تقریباً 50 سال تک جاری رہی
  - اس نے پہاڑی قلعہ ببشتر کو اپنا مرکز بنایا
  - مختلف علاقائی سرداروں نے بھی خود مختاری کا اعلان کیا
- اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹنے لگا

4. خلافتِ قرطبہ

4.1 عبدالرحمن الناصر (9،12 – 961ء)

اقتدار میں آمد:

- 911ء میں اپنے دادا عبداللہ بن محمد کے بعد تخت نشین ہوئے
- اس وقت اندلس انتشار کا شکار تھا: بغاوتیں، خود مختار سردار، اور سرحدی مسیحی حملے
- عمر بن حفصون کی بغاوت اپنے عروج پر تھی

داخلی استحکام:

- بغاوتوں کا خاتمہ:
  - 913ء سے 928ء تک مسلسل جنگیں کیں
  - 917ء میں عمر بن حفصون کی موت، اس کے بیٹوں کی شکست
  - 928ء میں ببشتر کا آخری قلعہ فتح ہوا
  - تمام خود مختار علاقوں کو دوبارہ مرکزی حکومت کے تحت لایا گیا
- مسیحی ریاستوں کے خلاف جنگیں:
  - لیون، قشتالہ، نبرہ کو بار بار شکست دی
  - 920ء میں جنگ خندق میں شاندار فتح
  - 939ء میں جنگ سمورا میں شکست (یہ ان کی چند شکستوں میں سے ایک تھی)

خلافت کا اعلان (929ء):

- اسباب:
  1. فاطمی خلافت (شمالی افریقہ میں) کی بڑھتی ہوئی طاقت کا مقابلہ
  2. اندرونی استحکام اور بیرونی فتوحات
  3. عباسی خلافت کی کمزوری
- 16 جنوری 929ء کو خود کو خلیفہ اور امیر المؤمنین قرار دیا
- لقب: الناصر لدین اللہ (اللہ کے دین کا مددگار)

انتظامی و عسکری اصلاحات:

- دارالحکومت قرطبہ کو دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں تبدیل کیا
- مدینۃ الزہراء (936ء)
  - قرطبہ کے قریب شاہی محل اور انتظامی مرکز
  - تعمیر پر 25 سال لگے
  - ہزاروں کاریگروں نے کام کیا
  - سنگ مرمر، سونے اور قیمتی پتھروں کا استعمال
  - یہ محل اپنی خوبصورتی میں دنیا بھر میں مشہور ہوا
  - 1010ء میں بربر فوجوں نے اسے تباہ کر دیا، آج صرف کھنڈرات باقی ہیں
- فوج:
  - بربر اور صقلیبی غلاموں کو فوج میں بھرتی کیا
  - عرب قبائلی فوج کی طاقت کم کی
- بحریہ:
  - بحیرہ روم میں مضبوط بحری بیڑا
  - شمالی افریقہ کے ساحلی شہر سبتہ، ملیلہ، طنجہ پر کنٹرول
  - فاطمیوں کے خلاف مغرب اقصیٰ کے ادریسیوں کی مدد کی

سفارتی تعلقات:
· بازنطینی سلطنت، فرانسیسی سلطنت، جرمن سلطنت (اوٹو اول)، اور اٹلی کی ریاستوں کے ساتھ سفارتی تعلقات
· بازنطینی شہنشاہ قسطنطین ہفتم نے تحائف بھیجے
· قرطبہ یورپ کا سب سے بڑا اور مہذب شہر بن گیا

4.2 الحکم المستنصر باللہ (961ء – 976ء)

شخصیت:
· عبدالرحمن الناصر کے بیٹے
· 47 سال کی عمر میں خلیفہ بنے
· علم کا بے حد شوقین: خود ایک عالم، مؤرخ اور کتابوں کے دلدادہ
· والد کے برعکس عسکری مہمات میں کم دلچسپی، علمی سرپرستی میں زیادہ

علمی خدمات:
· کتب خانوں کا جال:
  · قرطبہ کے شاہی کتب خانے میں 400,000 سے زائد کتابیں
  · کتب خانے کا عملہ: 500 سے زائد افراد
  · کتابوں کی فہرستیں (کاتالاگ) 44 جلدوں میں
  · پورے عالم اسلام میں کتابوں کے خریدار بھیجے جاتے
  · نئی کتابوں کا پہلا نسخہ خریدنے کے لیے بغداد اور قاہرہ تک ایجنٹ موجود تھے
· تعلیمی ادارے:
  · قرطبہ میں 27 مفت اسکول
  · جامع مسجد قرطبہ میں درس گاہیں
  · یورپ بھر سے طلبہ آتے تھے
· علماء کی سرپرستی:
  · قاسم بن اصبغ، ابن القوطیہ، ابن عبد ربہ جیسے علماء کی سرپرستی
  · ہر شعبے کے ماہرین کو باقاعدہ وظائف
· خود تصنیف و تحقیق:
  · علم انساب، تاریخ اور ادب پر کتابیں تصنیف کیں
  · نسخوں کی تصحیح اور حاشیے لکھنا پسند تھا

مسجد قرطبہ کی توسیع:
· جامع مسجد کی تیسری توسیع کی
· مسجد کا محراب جو آج بھی موجود ہے، انتہائی فنکارانہ ہے
· سونے کے موزیک ٹائل بازنطینی ماہرین سے منگوائے
· آج یہ مسجد (جسے بعد میں گرجا گھر بنا دیا گیا) "La Mezquita" کے نام سے یونیسکو کے عالمی ورثے میں شامل ہے

سیاسی و عسکری امور:
· مسیحی ریاستوں کے خلاف چند جنگیں
· 966ء میں وائی کنگز کے حملے کو پسپا کیا
· شمالی افریقہ میں فاطمیوں کا مقابلہ جاری رکھا
· مراکش میں ادریسیوں کی حمایت
وفات:
· 976 ء میں وفات پائی
· ان کا بیٹا ہشام دوم (المؤید باللہ) کم عمر تھا (10 سال)
· اصل اختیار حاجب محمد بن ابی عامر المنصور کے ہاتھوں میں چلا گیا
5. زوال کا آغاز
5.1 المنصور بن ابی عامر کا دور (976 ء – 1002 ء)
عروج:
· الحکم دوم کی وفات کے بعد المنصور نے تیزی سے اقتدار پر قبضہ کیا
· ہشام دوم کو قید کر دیا، خود تمام اختیارات کا مالک بن گیا
· خلیفہ صرف نام کا رہ گیا
· عسکری کامیابیاں:
· مسیحی ریاستوں کے خلاف 50 سے زائد جنگی مہمات
· 997 ء میں سانتیاگو دی کمپوستیلا (عیسائیوں کا مقدس شہر) کو تباہ کیا
· بارسلونا، لیون، قشتالہ کو بار بار شکست دی
· اندرونی دباؤ:
· فقیہوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے الحکم کے کتب خانے سے فلسفے کی کتابیں جلا دیں
· بربر فوجیوں کی بھرتی بڑھا دی
· عرب امراء کو کنارے لگا دیا
موت اور انتشار:
· 1002 ء میں المنصور کی وفات (آخری مہم سے واپسی پر)
· بیٹے عبدالملک المظفر نے کچھ عرصہ سنبھالا
· اس کی وفات (1008 ء) کے بعد دوسرا بیٹا عبدالرحمن شنجول نااہل ثابت ہوا
· شنجول نے خلیفہ ہشام سے ولی عہدی چھیننے کی کوشش کی، جس سے بغاوت بھڑک اٹھی۔۔
5.2 فتنہ کبریٰ (1009 ء – 1031 ء)
· 1009ء سے اندلس میں خانہ جنگی شروع ہوئی
· مختلف خلیفہ اور مدعیان: اس عرصے میں 10 سے زائد خلیفہ بنے اور گرے۔ ہشام دوم کو قتل کیا گیا (یا غائب کر دیا گیا)
· بربر اور عرب قبائل، صقلیبی غلام، اور مقامی اندلسی آپس میں لڑتے رہے

قرطبہ کی تباہی:

- 1010ء اور 1013ء میں قرطبہ لوٹا گیا
  - مدینۃ الزہراء تباہ کر دیا گیا
  - شہر کی آبادی کم ہو کر ملبے کا ڈھیر بن گئی
- 1031ء: خلافت کا باضابطہ خاتمہ
  - قرطبہ کی عوام نے ایک کونسل بلائی
  - خلافت کا خاتمہ کر کے حکومت شہر کے معززین کے حوالے کر دی گئی

5.3 ملوک الطوائف کا دور (1031ء – 1086ء)

تقسیم:

- اندلس تقریباً 20 سے 30 چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا
- ہر شہر میں ایک خود مختار حاکم قائم ہو گیا
- اہم ریاستیں:
  - اشبیلیہ: بنو عباد (سب سے طاقتور)
  - طلیطلہ: بنو ذی النون
  - سرقسطہ: بنو ہود
  - غرناطہ: بنو زیری (بربر)
  - بطلیوس: بنو افطس
  - بلنسیہ: بنو عامر

کمزوریاں:

- آپس میں مسلسل جنگیں
- مسیحی بادشاہوں کو خراج دینا
- مسیحی بادشاہوں کے ساتھ مسلم ریاستوں کے خلاف اتحاد
- عسکری قوت کا خاتمہ

مسیحی ریاستوں کا عروج:

- فرڈیننڈ اول (لیون اور قشتالہ) نے خراج وصول کرنا شروع کیا
- الفانسو ششم:
  - 1085ء میں طلیطلہ پر قبضہ کر لیا
  - یہ شہر 374 سال سے مسلمانوں کے قبضے میں تھا
  - طلیطلہ کی فتح نے پورے اندلس میں کھلبلی مچا دی

6. مرابطین اور موحدین کا دور
6.1 مرابطین (1086 ء – 1147 ء)
پس منظر:
· شمالی افریقہ میں مرابطین ایک دینی تحریک کے طور پر ابھرے
· بانی: عبداللہ بن یاسین (مالکی عالم)
· عسکری قائد: یوسف بن تاشفین
· مرابطین نے مراکش، الجزائر اور مغربی افریقہ میں وسیع سلطنت قائم کی
اندلس میں آمد:
· طلیطلہ کے سقوط کے بعد اشبیلیہ کا حاکم المعتمد بن عباد مرابطین کو مدد کے لیے بلایا
· المعتمد کا مشہور قول: "مجھے افریقہ میں اونٹ چرانا پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ قشتالہ میں سور چراؤں"
· یوسف بن تاشفین نے 1086ء میں آبنائے جبل الطارق عبور کیا
جنگ زلاقہ (23 اکتوبر 1086 ء):
· مسلم اتحادی فوج (مرابطین + ملوک الطوائف): تقریباً 30,000
· مسیحی فوج (الفانسو ششم): 60,000
· نتائج:
· مسلمانوں کی شاندار فتح
· مسیحی فوج کا قتل عام
· الفانسو ششم بمشکل جان بچا کر بھاگا
· اندلس کی اسلامی ریاستوں کو عارضی مہلت ملی
ملوک الطوائف کا خاتمہ:
· یوسف بن تاشفین نے ملوک الطوائف کی کمزوریوں اور ان کے باہمی جھگڑوں کو دیکھا
· علماء کے فتووں کی بنیاد پر (خصوصاً امام غزالی کے ہم عصر علماء) تمام ملوک الطوائف کو معزول کر دیا
· 1090ء سے 1094ء تک تمام اندلس کو مرابطین کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا
· المعتمد بن عباد کو گرفتار کر کے مراکش بھیج دیا گیا جہاں جلاوطنی میں وفات پائی۔
مرابطین کا زوال:

· وجوہات:
1. اندلسی عوام اور مرابطین کے درمیان ثقافتی فاصلہ
2. سخت اور خشک مذہبی پالیسیاں
3. مرابطین کی فوجیں اندلسیوں پر مظالم کرتی تھیں
4. شمالی افریقہ میں موحدین کی بغاوت
5. اندلس میں مسیحیوں کے حملے دوبارہ بڑھے
· 1118 ء میں سرقسطہ مسیحیوں کے قبضے میں چلا گیا
· 1147 ء تک مرابطین کا اندلس سے خاتمہ ہو گیا

6.2 موحدین (1147ء – 1212ء)

پس منظر:

- مراکش کے اطلس پہاڑوں میں محمد بن تومرت نے تحریک شروع کی
- ان کے جانشین عبدالمؤمن بن علی نے موحدین سلطنت قائم کی
- موحدین کا عقیدہ: توحید پر زور، مالکی فقہ کے کچھ پہلوؤں پر تنقید

اندلس پر قبضہ:

- 1147ء میں مرابطین کا مراکش میں خاتمہ ہوا
- اندلس کے بقیہ مسلم علاقے موحدین کے زیر اثر آئے
- موحدین کا دارالحکومت: مراکش، اندلس کا انتظام گورنروں کے ذریعے

جنگیں:

- موحدین نے مسیحی ریاستوں کے خلاف کئی کامیاب جنگیں لڑیں
- 1195ء میں جنگ الارکوس: موحدین کی بڑی فتح
- 1212ء میں جنگ العقاب:
  - یہ جنگ موحدین کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی
  - مسیحی اتحاد (قشتالہ، اراغون، نبرہ، پرتگال اور صلیبی فوج)
  - مسلم فوج کی تعداد: 100,000 سے زائد (مبالغہ)، حقیقتاً 30,000
  - مسیحی فوج: 50,000 سے زائد
  - خلیفہ محمد الناصر کی فوج کو عبرت ناک شکست ہوئی
  - خلیفہ مراکش فرار ہو گیا اور وہیں فوت ہوا
  - اس جنگ کے بعد اندلس میں مسلم طاقت کا شیرازہ بکھر گیا

موحدین کا خاتمہ:

- جنگ العقاب کے بعد موحدین کی سلطنت ٹوٹنے لگی
- 1228ء تک اندلس سے موحدین کا کنٹرول ختم ہو گیا
- بقیہ علاقے یا تو مقامی سرداروں کے قبضے میں آئے یا مسیحیوں نے فتح کر لیے
- مراکش میں بھی موحدین کا زوال شروع ہو گیا

7. سقوط غرناطہ

7.1 بنو نصر کا عروج (1238ء – 1492ء)

محمد بن یوسف بن نصر (محمد اول):

- ارجینہ کے مقامی سردار
- 1238ء میں غرناطہ کو اپنا دارالحکومت بنایا
- شمالی اندلس میں بچی ہوئی مسلم ریاستوں کو متحد کیا
- قشتالہ کے بادشاہ فرڈینینڈ سوم کو خراج دینا قبول کیا
- یہ حکمت عملی تھی تاکہ وقت اور طاقت حاصل کی جا سکے

امارت غرناطہ کی حدود:

- جنوبی اندلس کا پہاڑی علاقہ
- بحیرہ روم کے ساحل کا کچھ حصہ
- آج کل کے صوبے: غرناطہ، مالقہ، المریہ

حکمرانی کی خصوصیات:
· 250 سال تک قائم رہی
· 20 سے زائد حکمران
· اندرونی خاندانی جھگڑے اور محل کی سازشیں معمول تھیں
· خراج کی ادائیگی کے باوجود اقتصادی طور پر خوشحال
· الحمرا محل کی تعمیر اور توسیع:
· یوسف اول اور محمد پنجم کے دور میں عروج
· شاہی محلات، باغات، فوارے، برج
· مسجد، درس گاہ، حمام
· آج بھی یہ یونیسکو کے عالمی ورثے میں شامل ہے
علمی و ثقافتی سرگرمیاں:
· غرناطہ میں علمی مراکز قائم رہے
· مشہور طبیب ابن الخطیب (وزیر اور مؤرخ)
· ابن زمرک (شاعر)
· یورپ کے طلبہ اب بھی عربی علوم سیکھنے آتے تھے
7.2 مسیحی ریاستوں کا اتحاد
فرڈینینڈ اور ازابیلا کی شادی (1469 ء):
· فرڈینینڈ دوم (اراغون کا بادشاہ) + ازابیلا اول (قشتالہ کی ملکہ)
· دونوں ریاستوں کا اتحاد (اگرچہ اندرونی طور پر الگ الگ رہیں)
· دونوں نے "کیتھولک بادشاہ" کا لقب پایا
· ان کا بنیادی مقصد: اندلس سے مسلمانوں کا خاتمہ
جنگ غرناطہ (1482 ء – 1492 ء):
· آغاز: 1482 ء میں غرناطہ کے اندرونی خاندانی جھگڑے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مسیحی افواج نے حملہ کیا
· غرناطہ کے اندر باپ بیٹے اور بھائیوں کے درمیان تخت کے جھگڑے
· ابو الحسن علی، اس کا بیٹا محمد بارہویں (ابو عبداللہ اور چچا الزغل آپس میں برسر پیکار
· مسیحیوں نے شہر بہ شہر فتح کرنا شروع کیا
· مالقہ کا محاصرہ (1487 ء): شدید محاصرے کے بعد فتح
· المریہ (1489 ء): فتح
· 1491 ء تک صرف غرناطہ شہر باقی رہ گیا۔
سقوط غرناطہ (2 جنوری 1492 ء):
· غرناطہ کا آٹھ ماہ کا محاصرہ (1491 ء تا 1492 ء)
· محاصرے کے دوران خوراک کی قلت
· محمد بارہویں نے معاہدے کی شرائط پر ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کیا

معاہدے کی اہم شرائط:

1. مسلمانوں کو مذہبی آزادی
2. جان و مال اور املاک کی حفاظت
3. مساجد کی حفاظت
4. عبادات پر کوئی پابندی نہیں
5. مسلم قاضی کے فیصلوں کو تسلیم کیا جائے گا
6. جلاوطنی کی اجازت

· 2 جنوری 1492ء کو محمد بارہویں نے چابیاں فرڈیننڈ اور ازابیلا کے حوالے کیں

· آخری نظارہ:

· مشہور روایت: محمد بارہویں جب پہاڑی سے آخری بار غرناطہ دیکھ رہے تھے تو آہ بھری

· ان کی والدہ عائشہ الحرۃ نے کہا: "ایسے رو جیسے عورتیں روتی ہیں اس ملک پر جس کی تم مردوں کی طرح حفاظت نہ کر سکے"

· یہ پہاڑی آج بھی "ایل سوسپیرو دل مورو" مسلمان کی آہ) کہلاتی ہے

7.3 سقوط کے بعد مسلمانوں کی حالت

معاہدے کی خلاف ورزی:

· کارڈینل خمینیز د سسنیس نے زبردستی عیسائی بنانا شروع کیا
· 1499ء میں مسلمانوں کی بغاوت، جسے کچل دیا گیا

نوٹ : مسلم کے عروج و زوال کی ویڈیو
فیصل وڑائچ (پاکستانی جرنلسٹ) نے بھی بنائی ہے
اور کافی تحقیق سے بیان کیا ہے

عامر ثقلین


حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہما

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی کنیت اُمّ ابیہا تھی۔ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہم آپ کی اولاد تھیں۔

آپ کو "سیدۃ نساء العالمین" (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار) کا خطاب ملا۔ حضور ﷺ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی اور آپ کے اخلاق و عادات آپ ﷺ سے بہت مشابہ تھے۔ آپ نے صبر، قناعت، ایثار اور سخاوت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

آپ کی وفات نبی کریم ﷺ کی رحلت کے تقریباً چھ ماہ بعد 11 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کے بارے میں مؤرخین کے درمیان معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن راجح (زیادہ درست) قول کے مطابق:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبوت سے تقریباً پانچ سال قبل ہوئی۔ اس حساب سے آپ کی عمر مبارک بوقتِ وصال تقریباً 29 یا 30 سال تھی۔

بعض روایات میں 27 یا 28 سال بھی مذکور ہے، لیکن مشہور اور راجح قول کے مطابق آپ نے 30 سال سے کچھ کم عمر پائی۔ واللہ اعلم۔

القابِ مبارکہ اور ان کے معانی

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب یہ تھے:

· الزھراء: یعنی چمکتے ہوئے چہرے والی۔
· البتُول: یعنی وہ خاتون جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہیں، یا جن کی نظیر نہ ہو۔
· سیدۃ نساء العالمین: تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار۔
· ام ابیھا: اپنے والد کی ماں (یعنی والد کی دیکھ بھال اور خدمت کرنے والی)۔ یہ لقب انہیں اس لیے دیا گیا کہ بچپن میں والدہ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے والد گرامی ﷺ کی غیر معمولی خدمت اور دلجوئی کی تھی۔

احادیث مبارکہ میں شانِ فاطمہ رضی اللہ عنہا
احادیث کی مستند کتب (صحاح ستہ اور مسانید) میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں بے شمار روایات موجود ہیں۔ چند نمایاں ترین یہ ہیں:

الف) سیدۃ نساء العالمین اور جنت کی سردار:
حضرت فاطمہ کو امت اور جنت کی عورتوں کی سرداری کا مقام حاصل ہے۔

· حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اے" فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو (یا مومن عورتوں کی سردار ہو)۔"
(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، حدیث: 3623)

ب) رسول اللہ ﷺ کا ٹکڑا (بضعۃ منی):
نبی کریم ﷺ نے فاطمہ کو اپنا حصہ اور ٹکڑا قرار دیا۔ ان کی اذیت کو اپنی اذیت بتایا۔

· حدیث: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
فاطمہ" میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا۔"
(صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: 3714)

·

ایک اور روایت میں ہے: فاطمہ "مجھ سے ہے (یعنی میرے جسم کا حصہ ہے) اور میں اس سے "ہوں۔

ج) سب سے محبوب اہلِ بیت:

آپ ﷺ کی نظروں میں فاطمہ کا مقام سب سے بلند تھا۔

· حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے اہل و عیال میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ " بنت "محمد۔

(سنن ترمذی، ابواب المناقب، حدیث: 3874، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

د) سب سے پہلے نبی ﷺ سے ملنے والی:

· حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری وفات کے دوران فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا، جس پر وہ روئیں۔ پھر دوبارہ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اس مرض میں وفات پا جاؤں گا (اس پر میں روئی) اور پھر فرمایا کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی (اس پر میں ہنسی)۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: 3624)

ہ) جہنم سے بچانے والا نسب نہیں بلکہ عمل ہے (فاطمہ کے لیے خصوصی تنبیہ):
یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام اتنا بلند ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں فیصلہ نسب کی بنیاد پر نہیں ہوگا، اور انہیں بطورِ خاص مخاطب کیا گیا تاکہ امت سبق لے۔

· حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اے" فاطمہ بنت محمد! مجھ سے (اپنا نسب) مانگ کر جہنم سے نہیں بچ سکتیں، ہاں (اگر چاہو تو) مال کے ذریعے ضرور مانگ سکتی "ہو۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: 206)

و) فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کی شادی:
یہ شادی آسمانی ہدایت سے ہوئی اور اس کا تذکرہ سنن اور مسانید میں موجود ہے۔

علماء کرام کے اقوال:

· امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م 852 ھ)

اپنی شرح "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

فاطمہ" رضی اللہ عنہا کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ وہ صابرہ، محتسبہ، قانعہ اور شاکرہ تھیں۔ آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ سے ملنے والی آپ کے اہلِ بیت میں سے وہی "ہیں۔

(فتح الباری، شرح حدیث 3624)

· امام ذہبی رحمہ اللہ (م 748 ھ):

"سیر اعلام النبلاء" میں رقمطراز ہیں:

سیدۃ" نساء العالمین، بنت سید البشر، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی، فاطمہ ...الزہراء آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: فاطمہ 'جنت کی عورتوں کی سردار 'ہے اور فرمایا: فاطمہ 'میرا ٹکڑا ہے'۔ وہ عابدہ، زاہدہ اور صابرہ "تھیں۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 2)

ملا· علی قاری رحمہ اللہ (م 1014 ھ)

"مرقاۃ المفاتیح" میں لکھتے ہیں:

یہ" حدیث (فاطمہ میرا ٹکڑا ہے) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر واضح دلیل ہے۔ ان کی خوشی میں نبی ﷺ کی خوشی ہے اور ان کی ناراضی میں نبی ﷺ کی ناراضی۔ اور یہ بات صرف انہی کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں بضعۃ' منی' (میرا ٹکڑا) فرمایا "ہے۔

والدین کے بعد امت کے لیے ماں کا درجہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو "ام ابیھا" (اپنے والد کی ماں) کے علاوہ "ام الحسنین" اور "ام الائمہ" بھی کہا جاتا ہے۔

- علماء لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی نسل کو حضرت فاطمہ کے ذریعے آگے بڑھایا۔
- حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر" نبی کی نسل اس کی اپنی اولاد سے چلتی ہے، اور میری نسل علی بن ابی طالب کی اولاد (یعنی فاطمہ کی اولاد) سے چلے "گی۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث: 94۔47 امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جو بھی نبی کریم ﷺ کی نسل سے ہوگا، وہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوگا۔ یہ شرف صرف اور صرف حضرت فاطمہ کو حاصل ہے۔

حضرت مریم اور حضرت خدیجہ کے ساتھ تقابل

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ دنیا کی کامل ترین عورتیں چار ہیں، جن میں دو اس امت سے ہیں۔

· حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
دنیا" کی عورتوں میں سے کافی (اور کامل) ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی "بیوی)۔
(صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: 3433، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث: 2431)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ اللہ نے انہیں "تمام جہانوں کی عورتوں پر چن لیا"، لیکن حدیث میں حضرت فاطمہ کو "جنت کی عورتوں کی سردار" کہا گیا۔
علماء (جیسے امام ابن حجر) فرماتے ہیں کہ حضرت مریم اپنے زمانے کی تمام عورتوں کی سردار تھیں، جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قیامت تک کے لیے جنت کی تمام عورتوں کی سرداری عطا کی گئی۔ یہ ان کا امتیازی شرف ہے۔

جھوٹ، غیبت اور بے حیائی سے پاک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا ایک اہم پہلو ان کی سچائی اور پاکدامنی ہے۔

· رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ شہادت دی کہ وہ "بتُول" ہیں۔
· امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
فاطمہ "کو 'بتول' اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ رہیں، یا اس لیے کہ ان کی کوئی نظیر نہیں تھی، یا اس لیے کہ انہوں نے حیا اور پاکدامنی میں کمال حاصل کیا "تھا۔
(فتح الباری، جلد 6، صفحہ 541)
· حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
فاطمہ" میری بیٹی ہے، وہ پاکدامن اور باحیاء "ہے۔
(یہ مفہوم مستدرک حاکم اور معجم طبرانی میں موجود ہے)

روزِ قیامت کی پہلی سواری

قیامت کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو مقام ہوگا، اسے احادیث میں بہت نمایاں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
قیامت'' کے دن ایک منادی ندا کرے گا: اے لوگو! اپنی نظریں جھکا لو، کیونکہ فاطمہ بنت محمد گزر رہی ''ہیں۔
(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث: 83-47 امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)

یہ حدیث اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک سند کے اعتبار سے کلام سے خالی نہیں، لیکن امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور علماء نے فضائل میں اسے بیان کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزِ محشر ان کی عظمت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کے گزرنے پر لوگوں کو نظریں نیچی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

مستند منقبت (عربی)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (شاعرِ رسول ﷺ)

واقعہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ کیا تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔ یہ اشعار "المستدرک علی الصحیحین" اور "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں مذکور ہیں:

عَقِيلَةُ خَيْرِ الْخَلْقِ طُرًّا وَمَنْ لَهَا الُ ... فَخَارُ عَلَى أَهْلِ الْأَرَضِينَ مُفْتَخَرُ

(وہ سب مخلوقات میں سے بہترین (محمد ﷺ) کی عقیلہ (عزت والی بیٹی) ہیں، اور ان کے لیے زمین والوں پر فخر ہے جو قابلِ فخر ہے۔)

وَقَرَّبَهَا الرَّحْمَنُ مِنْ فَضْلِ دِينِهِ ... وَقَدْ شَرَّفَ اللّٰهُ النِّسَاءَ وَمَيَّزَهَا

(اللہ رحمان نے اپنے دین کے فضل سے انہیں قرب عطا کیا، اور اللہ نے عورتوں کو شرف دیا اور انہیں (فاطمہ کو) امتیاز بخشا۔)

فَلَوْ كَانَ مَجْدٌ يُخْلِدُ ابْنَ حُرَّةٍ ... لَكَانَ لَهَا مَجْدٌ عَلَى النَّاسِ مُحْتَشِمُ

(اگر کسی آزاد عورت کی اولاد کا مجد و شرف اسے ہمیشہ کے لیے باقی رکھتا تو فاطمہ کے لیے لوگوں پر ایسا مجد و شرف ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔)

الف) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار:

(یہ اشعار "شرح نہج البلاغہ" لابن ابی الحدید اور "الاصابہ" میں مذکور ہیں)

وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ الزَّهرَاءُ تَمْشِي ... كَمِثْلِ البَدْرِ أَوْ ضَوْءِ النَّهَارِ

ترجمہ: فاطمہ زہراء اس طرح چل کر آئیں جیسے چودھویں رات کا چاندیا دن کی روشنی۔

وَقَدْ حُفَّتْ بِأَتْقَى النَّاسِ طُرًّا ... وَسَادَاتٍ أَمَاجِيد كِبَارِ

ترجمہ: اور انہیں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار (علی) اور بزرگی و سرداری والے لوگوں نے گھیر رکھا ہے۔

ب) امام شافعی رحمہ اللہ (اہل بیت کی محبت میں):

امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے، جسے ان کے دیوان اور ان کی سیرت کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے:

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمُ ... فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي القُرآنِ أَنْزَلَهُ

ترجمہ: اے اہل بیت رسول اللہ! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے، جو اس نے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الفَخْرِ أَنَّكُمْ ... مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ

ترجمہ: تمہارے لیے بڑے فخر کی بات یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہیں بھیجتا، اس کی نماز ہی مکمل نہیں ہوتی۔

مستند منقبت (اردو)
مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "نشتر" میں لکھا:
حضرت" فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی تمام مومنات کے لیے نمونہ ہے۔ صبر، قناعت، حیا، اور والد کی خدمت کا جو کمال ان کے اندر تھا، وہ انہی کا خاصہ ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز رہنا انہی سے سیکھا جائے۔"
شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ (جن کی شاعری کو اہل علم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں) نے حضرت فاطمہ کے مقام کو یوں بیان کیا:
مریم اک نسبتِ عیسیٰ سے عزیز
از سہ نسبت، سہ نسبت حضرت زہرا
(ترجمہ: مریم تو صرف ایک نسبت (عیسیٰ کی ماں) کی وجہ سے عزیز ہیں، جبکہ حضرت زہرا تین نسبتوں کی وجہ سے عزیز ہیں: وہ نبی کی بیٹی، علی کی زوجہ، اور حسنین کی ماں ہیں۔)

حضرت فاطمتہ الزہرا سلام اللہ علیھا میری ذاتی محبت اور عقیدت بہت زیادہ ہے اور وہ اتنی زیادہ ہے کہ میں حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنھما کے بارے میں اپنی طرف سے شان بیان کرنے سے ڈرتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ناقص الفاظ ان کی شان بیان نہیں کر سکتے --

عامر ثقلین

حضرت فاطمتہ الزہرا

اولاد میں آقا کے نواسوں کا ہے رشتہ
ان کو اَسَدُ اللہ کی ہے گھر والی کا رتبہ

حوروں کے وہ جھرمٹ میں چلی جائیں گی جنت
مخلوق میں سے کوئی بھی دیکھے نہ ہتھیلی

شوہر علی ، والد نبی ، سردار ہیں بیٹے
تھیں لختِ جگر فاطمہ آقا کی چہیتی

وہ فاطِمَہ ہیں طیّبَہ ہیں آقا کی بیٹی
آمد پہ! محبت سے بچھا دیتے تھے کملی

CamScanner

مختصر منہاج القاصدین کے مصنف امام احمد بن عبدالرحمن بن قدامہ المقدسی (ابن قدامہ المقدسی) ہیں، جن کا انتقال 689 ہجری میں ہوا۔
یہ کتاب دراصل ایک اختصار ہے جس کے سلسلے کا تسلسل یہ ہے:
· اصل کتاب: امام غزالی کی "احیاء علوم الدین"۔
· پہلا اختصار: ابن الجوزی کی "منہاج القاصدین"۔
· یہ کتاب (مختصر): ابن قدامہ المقدسی نے ابن الجوزی کی کتاب کو مزید اختصار اور اصلاح کے ساتھ مرتب کیا۔
.ا ربع عبادات (عبادات کا حصہ)
یہ پورا حصہ اس اصول پر قائم ہے کہ عبادت محض جسمانی حرکات کا نام نہیں، بلکہ اس کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی روح۔ ابن جوزی ظاہری فقہ کے ساتھ باطنی اخلاقیات کو جوڑتے ہیں۔
اس حصے کے دس ابواب کا خلاصہ یہ ہے:
1. علم: اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، لیکن صرف اس علم کی جو آخرت کے لیے فائدہ مند ہو۔ علماءِ سوء (برے علماء) کی علامات پر سخت تنقید ہے، جو علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔
2. عقائد: اہل سنت والجماعت کے عقائد کو مختصر اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے، جسے عام مسلمان سمجھ سکتا ہے، تاکہ اس کا ایمان تقلید سے تحقیق کی طرف بڑھے۔
3. طہارت: نجاست سے پاکی کے ساتھ ساتھ گناہوں سے باطنی پاکی پر زور دیا گیا ہے۔ وضو اور غسل کے ہر عمل کی روحانی حکمت بیان کی گئی ہے۔
4. نماز: خشوع و خضوع کو نماز کی روح قرار دیا گیا ہے۔ اس میں نماز کے ہر رکن (قیام، رکوع، سجدہ) کے باطنی معانی اور دل کی حاضری کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
5. زکوٰۃ: اسے دل کی پاکی کا ذریعہ کہا گیا ہے۔ بخل کے مرض سے نجات، غریبوں کی محبت اور مال کی محبت سے دل کو خالی کرنے کا درس ہے۔
6. روزہ: روزے کے تین درجات بیان کیے گئے ہیں: عام لوگوں کا روزہ (کھانے پینے سے رکنا)، خاص لوگوں کا روزہ (اعضاء کو گناہ سے روکنا) اور خاص الخاص کا روزہ (دل کو غیر اللہ کی سوچ سے روکنا)۔
ے روکنا)۔
7. حج: حج کے مناسک کو زندگی اور موت کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ احرام کفن کی یاد دہانی ہے، وقوفِ عرفہ میدان حشر کا منظر پیش کرتا ہے اور طواف محبت الٰہی کا اظہار ہے۔
8. قرآن: تلاوت کے ظاہری آداب (با وضو ہونا، ترتیل سے پڑھنا) اور باطنی آداب (تعظیم، تدبر اور سمجھ) کا فرق واضح کیا گیا ہے۔
9. اذکار و دعائیں: صبح و شام کے اذکار کی فضیلت کے ساتھ ساتھ غفلت سے پڑھے جانے والے اذکار کی بے اثری پر متنبہ کیا گیا ہے۔
10. اوراد و وظائف: سالک کے لیے وقت کی تقسیم کا ایک نظام پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح دن رات میں عبادات کا ایک متوازن شیڈول بنایا جائے، جس میں ریاضت سے زیادہ اعتدال کو ترجیح دی گئی ہے۔

.۲ ربع عادات (عادات کا حصہ)
یہ حصہ بتاتا ہے کہ ایک مسلمان کی روزمرہ زندگی اور معاملات کس طرح عبادت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ یہاں دنیاوی کاموں کو دین کا حصہ بنانے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔
اس حصے کے دس ابواب کا نچوڑ:
1. کھانے پینے کے آداب: حلال لقمے کی اہمیت، کم کھانے کے روحانی فوائد اور زیادہ کھانے کے نقصانات (سخت دلی، عبادت میں سستی) پر بحث ہے۔ "بسم اللہ" سے لے کر "الحمد للہ" تک کے تمام دعائیہ آداب سکھائے گئے ہیں۔
2. نکاح: شادی کو نفس کی حفاظت اور عبادت کے لیے سکون حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ میاں بیوی کے حقوق، نکاح کی سنتیں اور تجرد کی صعوبتوں پر سیر حاصل بحث ہے۔
3. کسب معاش: رزق حلال کمانے کی فضیلت اور اس کے آداب بتائے گئے ہیں۔ دھوکہ، سود اور حرام ذرائع سے بچنے کی سختی سے تاکید ہے، اور کسب کو توکل کے منافی نہیں سمجھا گیا۔
4. حلال و حرام: صرف کھانے تک محدود نہیں، بلکہ لباس، آمدنی اور لین دین میں حرام سے بچنے کا وسیع تصور پیش کیا گیا ہے۔ شبہات سے بچنے کو تقویٰ کا اعلیٰ درجہ کہا گیا ہے۔
5. صحبت اور دوستی: دوستوں کے انتخاب کے اصول، صحبت کے آداب اور ہم نشینی کے اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ بری صحبت کو دل کے لیے زہر قاتل سے تعبیر کیا گیا ہے۔
6. عزلت نشینی: خلوت نشینی کے فوائد (گناہوں سے بچاؤ، عبادت میں لذت) اور نقصانات (جمعہ و جماعت کا چھوٹنا، تکبر کا خطرہ) کا موازنہ کیا گیا ہے۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ فتنے کے زمانے میں عزلت بہتر ہے۔
7. سفر: سفر کی اجازت صرف علم، حج یا عبرت حاصل کرنے کے لیے ہے۔ سفر کے مکمل آداب، نماز قصر اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔
8. سماع و وجد: یہ ایک اہم اور نازک باب ہے۔ ابن جوزی نے دف اور بے ساختہ شاعری کی اجازت دی ہے، لیکن گانے اور موسیقی کے آلات کو دین سے دور کرنے والی بدعت قرار دیا ہے۔ وجد (جوش) میں بے ہوش ہونے یا کپڑے پھاڑنے جیسی صوفیانہ حالتوں پر تنقید کی ہے۔
9. امر بالمعروف و نہی عن المنکر: اس فریضے کی شرائط (علم، نرمی، صبر) بیان کی گئی ہیں۔ بغیر حکمت کے احتساب کو فتنے کا سبب بتایا گیا ہے اور حکام کے خلاف مسلح خروج کی ممانعت کی گئی ہے۔
10. معاشرت اور حکمرانوں کے ساتھ تعلق: بادشاہوں کے پاس جانے کے خطرات بیان کیے گئے ہیں۔ اگر جانا پڑے تو انہیں حق کا مشورہ دینے، ان کی تعریف نہ کرنے اور ان کے مال سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

۳. ربع مہلکات (تباہ کرنے والی بیماریاں)

یہ کتاب کا وہ حصہ ہے جس میں "مکالمات" (گفتگو/تکلم) کی بجائے نفسانی بیماریوں اور زبان کی آفات پر بحث کی گئی ہے۔ ممکنہ طور پر آپ اسی حصے کی تفصیل چاہتے ہیں، کیونکہ اس میں زبان کی ہلاکتوں پر پورا ایک باب موجود ہے۔

اس حصے کے دس ابواب میں ان برائیوں کا علاج بتایا گیا ہے:

1. نفس کی خباثت: انسان کے سب سے بڑے دشمن "نفس" کی پہچان کرائی گئی ہے۔ نفس کی چالوں اور اس کے دھوکے کو سمجھنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔
2. شہوتِ پیٹ اور شرمگاہ: پیٹ کی بھوک اور جنسی خواہش کو تمام گناہوں کی جڑ بتایا گیا ہے۔ ان پر قابو پانے کے لیے روزے اور نکاح کو بنیادی علاج قرار دیا گیا ہے۔
3. زبان کی آفات: یہ باب انتہائی تفصیلی ہے اور یہاں "مکالمات" (گفتگو) سے جڑے تمام امراض بیان ہوئے ہیں:
- جھوٹ: تمام برائیوں کی کنجی۔
- غیبت: مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے روحانی نقصانات بیان کیے گئے ہیں۔
- چغلی: لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے والی گفتگو۔
- فحش گوئی اور لعنت: گالی گلوچ اور بد دعا دینے کی ممانعت۔
- فضول بحث اور مذاق: لا یعنی باتوں سے وقت ضائع کرنے کی سخت مذمت۔
4. غصہ، حسد اور کینہ: غصے کی آگ پر قابو پانے کے نسخے (پانی پینا، بیٹھ جانا، خاموشی اختیار کرنا) اور حسد کو ایمان کو کھا جانے والی آگ قرار دیا گیا ہے۔
5. دنیا کی مذمت: دنیا کی محبت کو تمام خطاؤں کا سرچشمہ بتایا گیا ہے، لیکن دنیا کے جائز استعمال (نکاح، رزق) کو برا نہیں کہا گیا۔
6. مال کی محبت (بخل): مال کی محبت کو آخرت کے خزانوں سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے۔ سخاوت اور ایثار کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔
7. جاہ و حشمت کی ہوس (ریاکاری): ریاکاری کو "شرک اصغر" کہا گیا ہے۔ اس کی باریک صورتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، جیسے کسی کے سننے پر عبادت میں لذت محسوس کرنا۔
8. تکبر: ابلیس کی لعنت کا اصل سبب تکبر بتایا گیا ہے۔ معمولی کپڑوں پر فخر کرنا بھی تکبر کی ایک خفیہ شکل قرار دیا گیا ہے۔
9. غرور اور دھوکا: علماء کا اپنے علم پر مغرور ہونا اور عوام کا اللہ کی رحمت کے حوالے سے دھوکے میں رہنا جیسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔
10. گناہوں کے نقصانات اور توبہ: گناہ دل کو سیاہ کرتا ہے اور رزق میں تنگی لاتا ہے۔ باب کے آخر میں توبہ کی شرائط (ندامت، فوری ترک، مستقبل میں نہ کرنے کا عزم) بیان کی گئی ہیں۔

چوتھے اور آخری حصے "ربع منجیات" (نجات دینے والی خوبیاں) میں ان اعلیٰ اخلاق و روحانی مقامات کا ذکر ہے جو تباہ کن بیماریوں (مہلکات) سے چھٹکارا پانے کے بعد انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ کتاب کا عروج ہے، جہاں روحانی سفر کی منزل کو واضح کیا گیا ہے۔
اس حصے کے دس ابواب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1. توبہ

یہ پہلا اور بنیادی باب ہے، کیونکہ جب تک گناہوں سے پاکی نہ ہو، کوئی روحانی ترقی ممکن نہیں۔ ابن جوزی توبہ کو محض زبان سے "استغفر اللہ" کہنے کا نام نہیں دیتے۔

· توبہ کی شرائط: فوری طور پر گناہ چھوڑنا، دل میں شرمندگی اور ندامت کا ہونا، اور آئندہ اس گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ عزم۔
· حقوق العباد: اگر گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق ہے (مال، عزت وغیرہ) تو اس کا حق ادا کرنا یا معافی مانگنا ضروری ہے۔
· توبہ کی قبولیت: اللہ کی رحمت کی وسعت اور توبہ قبول ہونے کی خوشخبری کے باوجود، بندے کو ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہنا چاہیے۔

2. صبر اور شکر

یہ ایمان کے دو پہلو ہیں: مشکلات پر صبر اور نعمتوں پر شکر۔

· صبر: مصیبت کے شروع ہوتے ہی اسے برداشت کرنا، بغیر شکوہ کیے اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ صبر کو روزے کی روح قرار دیا گیا ہے۔
· شکر: صرف زبان سے "الحمد للہ" کہنا کافی نہیں، بلکہ اعضاء سے شکر یہ ہے کہ ان نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے۔
· فلسفہ: مصیبت پر صبر کرنے والے کو اللہ کے ہاں وہ مقام ملتا ہے جو صرف عبادت سے نہیں مل سکتا۔

3. خوف اور امید (خوف و رجا)

سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان توازن رکھے، جیسے پرندے کے دو پر ہوں۔

· خوف: گناہوں کی سزا، آخرت کی ہولناکیوں اور اللہ کے عذاب کا ڈر۔ یہ ڈر گناہ سے روکنے کے لیے ضروری ہے۔
· امید: اللہ کی لامحدود رحمت پر بھروسہ۔ لیکن یہ امید "غرور" (دھوکے) میں نہ بدل جائے، یعنی گناہ کرتے رہنا اور اللہ کی رحمت کی امید رکھنا جہالت ہے۔
· موت کے وقت: مصنف فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے امید غالب ہونی چاہیے، اور صحت و زندگی کے دوران خوف غالب رہنا چاہیے تاکہ عمل کی تحریک ملے۔

4. زہد (دنیا سے بے رغبتی)

دنیا کو چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں کہ حلال کمائی اور گھر بار چھوڑ دیا جائے، بلکہ زہد یہ ہے کہ دنیا دل میں بسیرا نہ کرے۔۔ حقیقتِ زہد: حرام چیز کو چھوڑنا تقویٰ ہے، اور حلال چیز کو بے رغبتی کے ساتھ استعمال کرنا زہد ہے۔۔ نشانیاں: دنیا کے ملنے پر خوشی اور کھونے پر غم کا نہ ہونا زاہد کی پہچان ہے۔۔ فضیلت: زہد دل کو ہلکا کرتا ہے اور اللہ کی محبت کے کرنا۔

5. توکل علی اللہ

زہد کے بعد توکل کا مقام آتا ہے، جس میں بندہ اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔

· توکل اور کسب میں فرق: اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ہاتھ سے کام کرنا (کسب) اور دل سے اللہ پر بھروسہ رکھنا (توکل) ضروری ہے۔

· کامل توکل: ایک بچے کی مانند جو ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا، یا مریض کا ڈاکٹر پر بھروسہ۔

· مراتب: کمزور لوگوں کا توکل وصیت پر بھروسہ کرنے والے کی طرح ہے، اور قوی لوگوں کا توکل اللہ کی ذات پر براہ راست بھروسہ کرنے کی طرح۔

6. محبت الٰہی

یہ منجیات کا عروج اور سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ ابن جوزی اسے تمام عبادات کی روح اور مقصود مانتے ہیں۔

· محبت کی وجہ: احسان کا بدلہ، حسن کا مشاہدہ، یا دونوں کا مجموعہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے بے پایاں احسانات اور اس کی صفات کے جمال کی وجہ سے ہے۔

· نشانیاں: اللہ کی ملاقات کو پسند کرنا (موت کو شوق سے ملنا)، کثرتِ ذکر، قرآن سے لگاؤ، اور تنہائی میں اللہ کی عبادت میں لذت محسوس کرنا۔

· شوق: یہ محبت کا اعلیٰ درجہ ہے، جہاں بندہ دنیا کی نعمتوں کو جنت کی جگہ نہیں، بلکہ اللہ کی ذات کی خاطر چھوڑتا ہے۔

7. نیت کا اخلاص

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ یہ باب دکھاوے (ریا) کے مقابلے میں اخلاص کو قائم کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

· اخلاص کی حقیقت: عمل صرف اللہ کے لیے کرنا، اس میں کسی مخلوق کی تعریف، دنیاوی فائدے یا کسی اور مقصد کی ملاوٹ نہ ہو۔

· ریا کے خفیہ درجات: جب کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو عبادت میں سستی آ جانا، یا کسی کی تعریف سن کر عبادت میں جوش بڑھ جانا بھی اخلاص کی کمی ہے۔

· علاج: اپنے اعمال کو چھپانا (اخفائے عمل) اور لوگوں کی تعریف و مذمت کو برابر سمجھنا۔

8. محاسبہ اور مراقبہ

یہ عملی تربیت کا آخری مرحلہ ہے۔

· محاسبہ: روزانہ رات کو سونے سے پہلے اپنے تمام دن کے اعمال کا جائزہ لینا، جیسے کوئی تاجر اپنے منافع و نقصان کا حساب کرتا ہے۔

· مراقبہ: ہر وقت یہ یقین رکھنا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے دل کے خیالات سے بھی باخبر ہے۔ اس کا نتیجہ "احسان" کا مقام ہے (أن تعبد اللہ کأنک تراہ)۔

· نفس کی سرزنش: اگر نفس نیکی کرے تو اسے شاباش دینا، اور اگر گناہ کرے تو اسے سزا دینا (جیسے اضافی عبادات پر مجبور کرنا)۔

9 - . فکر و تدبر
یہ باب بتاتا ہے کہ دل کی غذا تفکر ہے۔ غفلت سے نکل کر اللہ کی مخلوقات اور اس کی قدرت میں غور و فکر کرنا۔.
· فکر کی اقسام: مخلوقات کی عجائب پر فکر کرنا (اللہ کی عظمت ثابت کرنے کے لیے) اور اپنی موت و آخرت پر فکر کرنا (اعمال کی اصلاح کے لیے)۔
· ممانعت: اللہ کی "ذات" میں فکر کرنا منع ہے، کیونکہ وہاں عقل کی رسائی نہیں۔
· فضیلت: ایک لمحے کا فکر، رات بھر کی عبادت (قیام اللیل) سے افضل ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ فکر انسان کو بدل ڈالتی ہے۔
10. موت کی یاد اور آخرت کی تیاری
یہ کتاب کا اختتامی باب ہے، جس میں سالک کو غفلت سے جھنجھوڑا گیا ہے۔
· موت کی یاد: قبر کی تنہائی، ملک الموت کی ہیبت، اور دنیا سے اچانک جدائی پر غور کرنا۔
· قبر کا حال: منکر نکیر کے سوالات، قبر کا عذاب یا نعمت، اور برزخ کی زندگی پر ایمان۔
· عمل کی تیاری: ابن جوزی نصیحت کرتے ہیں کہ "تم سفر (موت) کے لیے اس قدر تیاری کرو گویا کل ہی روانگی ہے، اور دنیا کے لیے اس قدر محنت کرو گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔" یہ دونوں رویے ایک مسلمان میں بیک وقت ہونے چاہئیں۔
یہ حصہ کتاب کا نچوڑ ہے، جس میں انسان کو اپنی روحانی بیماریوں (مہلکات) سے نکلنے کے بعد، توبہ سے لے کر اللہ کی محبت تک پہنچانے کا مکمل نقشہ فراہم کیا گیا ہے۔

عامر ثقلین

آخر اسلام ہی کیوں؟

- قرآن مجید
- احادیث مبارکہ
- علماء کی رائے
- سائنسی نقطہ نظر
- تاریخی تناظر
- فلسفہ

عامر ثقلین

جدید مفکرین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صرف دین اسلام ہی کیوں قبول کیا جائے! باقی مذاہب میں بھی تو اخلاقیات موجود ہیں ۔۔ ان کی اصلاح کے لیے، میں یہ معلومات ان کی پیش خدمت کر رہا ہوں ۔

1. قرآن مجید کی روشنی میں:

ہم بنیادی قرآنی دلائل پر غور کرتے ہیں جو اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں:

دلیل : تصورِ توحید کا خالص ہونا

اسلام کی سب سے بڑی امتیازی خوبی اس کا خالص اور غیر متزلزل تصورِ توحید ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو انتہائی واضح اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں کسی بھی قسم کی شرک، تجسیم یا تشبیہ کی گنجائش نہیں۔

دین کی تکمیل کا اعلان:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا" (المائدہ: 3)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام اللہ کی طرف سے چنا ہوا اور مکمل دین ہے۔

. اسلام ہی مقبول دین ہے:

"وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" (آل عمران: 85)

"اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

. تمام انبیاء کا دین اسلام تھا:

قرآن بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمان تھے:

"مَا كَانَ اِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا" (آل عمران: 67)

حضرت نوح علیہ السلام کا قول:

"وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (یونس: 72)

. قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" (الحجر: 9)

قرآن واحد کتاب ہے جو اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے، جبکہ دوسری کتابوں میں انسانی تحریف ہوئی۔

پورے قرآن کی توحید کا نچوڑ ہے:

"قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (1) اللّٰهُ الصَّمَدُ (2) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (3) وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (4)"

"کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔" یہ چار آیات ہر اس عقیدے کا قلع قمع کر دیتی ہیں جو خالق کو مخلوق کی صفات دیتا ہے یا اس کے لیے بیوی بچوں کا تصور پیش کرتا ہے۔

· عقلی اور قلبی دلیل: ارشاد ہے:

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" (الأنبياء: 22)

"اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو دونوں (کائنات کا نظام) درہم برہم ہو جاتے۔" یہ ایک نہایت طاقتور عقلی دلیل ہے کہ کائنات کا حیران کن توازن اور ایک نظام کے تحت چلنا ایک ہی خالق اور مدبر کی نشانی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خود مختار طاقتیں ہوتیں تو ٹکراؤ ناگزیر ہوتا۔

دلیل : قرآن کا اپنی حقانیت کا چیلنج (اعجازِ قرآن)

قرآن نے اپنے مخالفین کو بار بار یہ چیلنج کیا کہ اگر تمھیں اس کتاب کے اللہ کا کلام ہونے میں شک ہے تو اس جیسی ایک کتاب، دس سورتیں، یا کم از کم ایک سورت ہی بنا کر لاؤ۔ یہ چیلنج 1400 سالوں سے قائم ہے اور اس کا جواب نہیں دیا جا سکا۔

· "وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" (البقرة: 23)

"اور اگر تمھیں اس کلام میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔"

· اعجاز کے پہلو: صدیوں کے علماء نے اعجازِ قرآن کے بے شمار پہلو بیان کیے ہیں، جن میں اس کی فصاحت و بلاغت (ایک بے مثال ادبی شاہکار)، اس کی پیشنگوئیاں (جیسے رومیوں کی فتح، سورہ روم)، بے نقاب کیے گئے تاریخی راز (جیسے فرعون کی لاش کا محفوظ ہونا، یونس: 92) ، اور کائنات اور انسانی تخلیق سے متعلق حیران کن سائنسی اشارات شامل ہیں۔

دلیل : نبی کریم ﷺ کی نبوت کی سچائی

قرآن نبی کریم ﷺ کی نبوت کی حقانیت کے لیے آپ کی "اُمی" (ان پڑھ) ہونے کی حیثیت کو بطور دلیل پیش کرتا ہے۔

· "وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ" (العنکبوت: 48)

"اور آپ اس (قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔" یہ دلیل ہے کہ ایک ان پڑھ انسان کا گزشتہ امتوں، پیچیدہ سائنسی حقائق اور مستقبل کے واقعات سے متعلق ایسا جامع علم پیش کرنا، جو کسی بھی معاصر علم سے مطابقت نہ رکھتا ہو، یقیناً وحیٔ الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

دلیل : پچھلی کتابوں کی تصدیق اور اصلاح (مہیمن)

قرآن اپنے آپ کو پچھلی آسمانی کتابوں کو یکسر مسترد کرنے کے بجائے ان کی تصدیق کرنے والی اور ان پر محافظ "(مہیمن")) کے طور پر پیش کرتا ہے۔

· "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" (المائدۃ: 48)

"اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ (نگہبان) ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان بنیادی سچائیوں کی تصدیق کرتا ہے جو اصل تورات اور انجیل میں تھیں، اور ساتھ ہی یہ وہ کسوٹی ہے جس پر پرکھ کر انسانی تحریفات اور عقائد میں پیدا ہونے والی غلطیوں (جیسے تثلیث، اصل گناہ) کو پہچانا اور درست کیا جا سکتا ہے۔

دلیل : دینِ فطرت

"فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" (الروم: 30)

"پس آپ اپنا رخ دین کی طرف یکسو کر لیں، اللہ کی اس فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" یہ آیت اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام کی تعلیمات (ایک اللہ کی عبادت، اخلاقیات، حلال و حرام) انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ یہ کوئی خارجی مسلط کردہ بوجھ نہیں، بلکہ روح کی وہ خوراک ہے جس کی اسے پیدائشی طور پر طلب ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل
یہاں ہم ان احادیث کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام کے جامع، کامل اور آفاقی ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں:
تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"الأنبياء إخوة لعلات، أمهاتهم شتى، ودينهم واحد"
(صحیح بخاری: 3443)
"تمام انبیاء ایک باپ کی اولاد کی مانند ہیں، ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔"
. اسلام کی فضیلت:
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر استطاعت ہو۔" (صحیح مسلم: 8)
. ایک جامع دین:
نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے زندگی کے ہر شعبے کے لیے رہنمائی فراہم کی، جو اس دین کے "مکمل ضابطۂ حیات" ہونے کا ثبوت ہے۔
· ایک شخص نے آپ ﷺ سے نصیحت طلب کی تو آپ نے فرمایا: "غصہ مت کیا کرو۔" اس نے بار بار پوچھا تو آپ ﷺ نے بار بار یہی فرمایا: "غصہ مت کیا کرو۔" (صحیح بخاری: 6116) ۔ یہ انفرادی اخلاقیات کی تعلیم ہے۔
· آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔" (صحیح بخاری: 5027) ۔ یہ تعلیم کی اہمیت پر زور ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان حکمرانوں کو ہوگا جنہوں نے اپنی رعایا پر ظلم کیا۔" (المعجم الکبیر للطبرانی)۔ یہ سیاسی اور سماجی انصاف کا اصول ہے۔
· آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری: 13) ۔ یہ معاشرتی ہم آہنگی اور ایثار کی بنیاد ہے۔

آخری نبی، کامل شریعت:
آپ ﷺ نے اپنی بعثت کو ایک عمارت کی تکمیل سے تشبیہ دی، جو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی شریعت (اسلام) ہی آخری اور کامل ہے۔
· فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی، اسے خوب آراستہ کیا اور مزین کیا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے: کاش یہ اینٹ بھی رکھ دی جاتی! تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (صحیح بخاری: 3535)
. اللہ کی رحمت کی وسعت:
یہ حدیثِ قدسی اس امید اور رجائیت کو بیان کرتی ہے جو اسلام میں پائی جاتی ہے، جبکہ دوسرے مذاہب میں بعض اوقات مایوسی اور سخت گیری پائی جاتی ہے۔
· نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ابن آدم! جب تک تم مجھے پکارتے رہو اور مجھ سے امید رکھو، میں تمہارے گناہوں کو بخش دوں گا، چاہے وہ کتنے ہی ہوں، اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں، پھر تم مجھ سے بخشش مانگو تو میں تمہیں بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کے گناہ لے کر میرے پاس آئے اور اس حال میں مجھ سے ملے کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر کی مغفرت لے کر آؤں گا۔" (جامع ترمذی: 3540)
4. دوسرے مذاہب کے منسوخ ہونے کا بیان:
یہ حدیث اس سوال کا براہِ راست جواب دیتی ہے کہ جب دوسرے مذاہب بھی ہیں تو ان کے ماننے والوں کا کیا ہوگا۔
· آپ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں سے جو کوئی بھی، یہودی ہو یا نصرانی، میری نبوت کا علم پائے پھر اس پر ایمان نہ لائے اور اسی حالت میں مر جائے تو وہ ضرور جہنمیوں میں سے ہوگا۔" (صحیح مسلم:)3۔15 یہ نصِ صریح ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد نجات کا واحد راستہ آپ پر ایمان لانا ہے۔

2. علماء کرام کی آراء:

حجۃ الاسلام امام غزالی (وفات: 505 ھ)

امام غزالی کا سفرِ شک و یقین نہایت مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں لکھا ہے کہ میں نے علمِ کلام، فلسفہ، باطنیہ (اسماعیلیہ) اور تصوف کا گہرا مطالعہ کیا۔

· فلسفہ پر تنقید: انہوں نے فلسفیوں کو تین گروہوں (دہریہ، طبیعیہ، الٰہیہ) میں تقسیم کیا اور ان کی سترہ اصولی غلطیوں پر مفصل تنقید کی، خاص طور پر ان کے اس دعوے پر کہ "کائنات ازلی ہے"۔ ان کے نزدیک فلسفہ عقل کو مطلق بنا کر وحی سے بے نیاز ہو گیا، جو تباہی کا راستہ ہے۔

· باطنیہ پر تنقید: انہوں نے ان کے اس عقیدے کی تردید کی کہ حق تک پہنچنے کے لیے ایک "معصوم امام" ضروری ہے اور نصِ قرآن و حدیث کافی نہیں۔

· آخری منزل تصوف: آخرکار انہیں تصوف میں وہ یقین اور قلبی سکون ملا جس کی وہ تلاش میں تھے، اور انہوں نے ثابت کیا کہ اسلام کی روحانی تعلیمات ہی انسان کی گہرائیوں کو سیراب کر سکتی ہیں۔ انہوں نے شریعت (ظاہری احکام) اور طریقت (باطنی روحانیت) کے درمیان کامل توازن کو ہی اسلام کا کمال قرار دیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (وفات: 728 ھ)

وہ ایک عظیم مجتہد، فلسفی اور منطقی تھے۔ ان کا نقطہ نظر زیادہ تر "نقل" پر مبنی تھا لیکن وہ "عقلِ صحیح" کو بھی نقل کے موافق قرار دیتے تھے۔

· اسلام کا فطرت سے ہم آہنگ ہونا: انہوں نے "درء تعارض العقل والنقل" جیسی ضخیم کتاب میں ثابت کیا کہ عقلِ سلیم اور نقلِ صحیح میں کبھی بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی تعلیمات فطرتِ انسانی سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں۔

· دیگر مذاہب کا تقابلی جائزہ: انہوں نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" میں عیسائیت کے بنیادی عقائد (تثلیث، تجسم، صلیب، مغفرت) کا عقلی اور نقلی بنیادوں پر تفصیلی رد کیا اور ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے، وہ خود کبھی الوہیت کے دعویدار نہیں تھے۔

· اسلام کا کمال: ان کے نزدیک اسلام اس لیے برحق ہے کیونکہ اس کے بانی ﷺ کی سیرت، کردار اور معجزات (جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے) اس کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہیں، اور اس کی تعلیمات میں کوئی باطل یا تضاد نہیں پایا جاتا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی (وفات : 1176 ھ)
برصغیر کے عظیم مفکر اور فلسفی، جنہوں نے اسلام کو عقلی اور فلسفیانہ بنیادوں پر سمجھانے کی کوشش کی۔ ان کی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" ہے۔

· دین کا ارتقاء اور تکمیل: ان کا نظریہ تھا کہ انسانیت کا اخلاقی و روحانی ارتقاء مختلف انبیاء کی شریعتوں کے ذریعے ہوا اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر آ کر یہ ارتقاء اپنی انتہائی تکمیل کو پہنچا۔ ہر نبی اپنی قوم کے مخصوص حالات کے مطابق آیا، لیکن نبی کریم ﷺ کی شریعت آفاقی اور ابدی ہے۔

· شریعت کے راز: انہوں نے اسلام کے بنیادی احکام (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) کے پیچھے کارفرما حکمتوں اور ان کے انفرادی و اجتماعی فوائد کو تفصیل سے بیان کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احکام بے مقصد نہیں بلکہ انسانی فلاح کے لیے ہیں۔

· ارتفاقات کا نظریہ: انہوں نے انسانی تہذیب کے چار مراحل بتائے، اور ثابت کیا کہ اسلام کی تعلیمات ہر مرحلے میں انسان کی مکمل رہنمائی کرتی ہیں، جو کسی اور نظام میں ممکن نہیں۔

علامہ محمد اقبال (وفات: 1938 ء)
بیسویں صدی کے عظیم فلسفی شاعر، جنہوں نے مغربی فلسفے اور اسلامی فکر کا گہرا تقابلی جائزہ لیا۔ ان کا کام "اسلام کی تعمیر نو" ایک شاہکار ہے۔

· مذہب اور سائنس کا تصادم: اقبال کے مطابق، مغرب میں مذہب اور سائنس کے درمیان جو تصادم ہے، وہ دراصل عیسائیت کی مخصوص تاریخ اور تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں یہ تصادم موجود نہیں کیونکہ قرآن بار بار انسان کو "آیاتِ آفاقی" (کائنات) اور "آیاتِ انفسی" (نفسِ انسانی) پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، اور اس غور و فکر کو ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے۔

· خودی کا فلسفہ: اقبال کا مرکزی فلسفیانہ تصور "خودی" ہے، جسے وہ قرآن سے اخذ کرتے ہیں۔ اس کے مطابق، اسلام انسان کو اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور اللہ کا نائب بن کر زمین پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے، جبکہ بہت سے دوسرے مذاہب اور فلسفے (جیسے بدھ مت اور تصوف کی منفی شکل) "فنا" یا خود کو مٹا دینے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسلام "فنا فی اللہ" کے بعد "بقا باللہ" کا درس دیتا ہے۔

3. سائنسی نقطہ نظر:
جدید سائنس اور قرآن کے درمیان مطابقت کا میدان بہت وسیع ہے۔ یہاں کچھ نہایت اہم مثالیں مزید تفصیل کے ساتھ پیش ہیں:

1. "بگ بینگ" کا قرآنی تصور:
قرآن نے کائنات کی ابتدا کے بارے میں ایک ایسا منظرنامہ پیش کیا جس کی طرف 20 ویں صدی کی سائنس نے جا کر تصدیق کی۔

· آیت: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" (الأنبياء: 30)
"اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر الگ کر دیا۔"

لفظ "رَتْقًا" کا مطلب ہے "بند یا جڑی ہوئی چیز" اور "فَتَقْنَا" کا مطلب ہے "پھاڑنا یا جدا کرنا"۔ یہ جدید "Big Bang" تھیوری کا بالکل درست بیان ہے، جس کے مطابق کائنات کی ابتدا ایک انتہائی کثیف اور گرم نقطہ (singularity) سے ہوئی، جس کے پھٹنے سے تمام مادہ، توانائی، زمان و مکان وجود میں آئے۔ 1400 سال پہلے ایک ان پڑھ انسان کا یہ بیان دینا کسی معجزے سے کم نہیں۔
2. کائنات کی مسلسل توسیع:

کہکشانیوں کے ایک دوسرے سے دور ہٹنے کا مشاہدہ ایڈون ہبل نے 1929 میں کیا۔
· آیت: "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" (الذاريات: 47)

"اور آسمان کو ہم نے اپنی قوت سے بنایا اور ہم یقیناً اسے وسعت دیتے رہنے والے ہیں۔" "لَمُوسِعُونَ" کا لفظ "توسیع دینے والے" یا "پھیلانے والے" کے معنی دیتا ہے، جو ایک مسلسل عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ کائنات ساکن نہیں بلکہ مسلسل پھیل رہی ہے۔

3. "بلیک ہولز" اور "پلسار" کا اشارہ:
یہ ایک حیران کن مثال ہے جسے بہت سے جدید مفسرین نے بیان کیا ہے۔

· آیت: "فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (15) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (16)" (التکویر: 15-16)
"پس میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے ہٹتے ہیں (خُنَّس)، تیزی سے چلنے والے، چھپ جانے والے (کُنَّس)۔" لفظ "خُنَّس" کا ایک معنی ہے "پیچھے ہٹنے والا، سکڑنے والا"۔ "کُنَّس" کا معنی ہے "چھپ جانے والا یا جھاڑو دینے والا (sweeper)۔" جدید علم فلکیات میں "بلیک ہول" (Black Hole) ایک ایسا ستارہ ہے جو اپنی زندگی کے اختتام پر اپنی ہی کششِ ثقل سے سکڑ ("خُنَّس") کر ایک انتہائی کثیف نقطے میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس کی کشش اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ روشنی بھی اس سے فرار نہیں کر سکتی اور وہ مکمل طور پر غائب ("کُنَّس")) ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ اپنے گردوپیش کے مادے کو جھاڑو کی طرح صاف ("کُنَّس")) کرتا ہے۔ "پلسار" (Pulsar) بھی ایک تیزی سے گھومنے والا نیوٹران ستارہ ہے جو ریڈیائی لہروں کی دھڑکنیں خارج کرتا ہے، جو "جواری" (بہنے یا حرکت کرنے والی چیز) کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ یہ تفسیر نہایت دقیق اور جدید سائنسی دریافتوں سے ہم آہنگ ہے۔

4. سمندریات: میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان پردہ (Barrier):

· آیت: "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (19) بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (20)" (الرحمن: 19-20)
"اس نے دو سمندر جاری کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔" سمندری سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ جہاں دو سمندر (جیسے بحر اوقیانوس اور بحیرہ روم کا پانی آبنائے جبل الطارق پر) یا جہاں دریا کا میٹھا پانی سمندر کے کھارے پانی سے ملتا ہے، وہاں ایک طبعی رکاوٹ (halocline) ہوتی ہے جس کے باعث دونوں پانیوں کی کثافت، نمکیات اور درجہ حرارت مختلف رہتے ہیں اور وہ فوری طور پر یکجان نہیں ہوتے۔ یہ قرآن کا ایک حیرت انگیز اعجاز ہے۔

4. تاریخی تناظر:

تاریخی طور پر اسلام کی برتری کا سب سے اہم پہلو اس کی بنیادی کتابوں کا تحفظ ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. بائبل کی تاریخی حقیقت اور تحریف:
یہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ موجودہ بائبل ایک طویل انسانی تدوین اور ترامیم کا نتیجہ ہے۔

· پرانے عہد نامے (کی ترتیب: حضرت موسیٰ علیہ السلام (تقریباً 3ویں1 صدی ق م) پر تورات نازل ہوئی۔ موجودہ تورات (پہلی پانچ کتابیں) روایتی طور پر انہی سے منسوب ہیں، لیکن جدید تاریخی اور تنقیدی تحقیقات کے مطابق، یہ کتابیں مختلف ادوار اور مختلف مصنفین (J, E, D, P) کی تحریروں کو ملا کر ترتیب دی گئی ہیں، جس کا کام تقریباً 6ویں صدی ق م میں بابل کی اسیری کے دوران اور بعد میں مکمل ہوا۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد تقریباً 700-800 سال تک یہ کتابیں اپنی موجودہ صورت میں موجود نہیں تھیں اور اس دوران زبانی روایات میں کتنی تبدیلیاں آئیں، اس کا کوئی یقینی علم نہیں۔
· نئے عہد نامے کی ترتیب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی صدی عیسوی کے اوائل میں تشریف لائے۔ ان کی تعلیمات ان کے بعد کئی دہائیوں تک زبانی طور پر منتقل ہوتی رہیں۔ موجودہ اناجیل (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) 70 سے 110 عیسوی کے درمیان گمنام مصنفین نے یونانی زبان میں لکھیں، جنہیں بعد میں حواریوں کے ناموں سے منسوب کر دیا گیا۔ انجیل میں تضادات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامے میں تضاد)۔
325 عیسوی میں قسطنطنیہ کی کونسل میں، سیاسی دباؤ کے تحت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے کو باضابطہ طور پر کلیسا کا حصہ بنایا گیا، اور اس کے بعد صدیوں تک مختلف کونسلوں میں مختلف اناجیل و خطوط کو "صحیفہ" ماننے یا مسترد کرنے کا سلسلہ چلتا رہا۔ معروف محقق پروفیسر ڈاکٹر بارٹ ایرمین نے اپنی کتابوں "Misquoting Jesus" اور "Jesus, Interrupted" میں انہی تاریخی حقائق پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

2. قرآن کی بے مثال حفاظت کا تاریخی طریقہ کار:

اس کے برعکس، قرآن کی حفاظت کا طریقہ کار تاریخ میں بے مثال ہے۔

· بیک وقت زبانی اور تحریری حفاظت: نبی کریم ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی، اسے آپ فوراً حفظ فرما لیتے اور کاتبینِ وحی (جیسے زید بن ثابت) کو بلا کر لکھواتے۔ یہ دوہری حفاظت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔

· رمضان میں سالانہ دور: جبرائیل علیہ السلام ہر رمضان میں آپ ﷺ کے ساتھ سال بھر کی نازل شدہ وحی کا دور کرتے، اور آپ ﷺ کی وفات کے سال دو بار دور کیا گیا۔ اس طرح ترتیبِ قرآن اور اس کی صحت کی ہر سال تصدیق ہو جاتی تھی۔

· ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع: جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظِ قرآن کی شہادت کے بعد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی، جس نے قرآن کے تمام متفرق تحریری نسخوں اور حفاظ کے سینوں سے ملانے کے بعد ایک مکمل مصحف (صحیفہ) تیار کیا۔ اس کام میں نہایت احتیاط کا مظاہرہ کیا گیا، جیسے ہر آیت کے لیے دو گواہوں کی شرط۔

· عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نقل: جب اسلام پھیلا تو قراءت کے لہجوں میں اختلاف کا خطرہ پیدا ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پہلے مصحف سے متعدد نقلیں تیار کروا کر پورے اسلامی سلطنت کے اہم شہروں میں بھیج دیں اور باقی تمام ذاتی نسخوں کو جلا دینے کا حکم دیا تاکہ ایک معیاری متن پر امت کا اجماع ہو جائے۔

· موجودہ قدیم ترین نسخے: آج بھی یہ عثمانی نقول موجود ہیں:

· مصحفِ عثمان (تاشقند): ازبکستان کے شہر تاشقند میں موجود ہے۔

· مصحفِ عثمان (توپ قاپی): استنبول، ترکی کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

· برمنگھم قرآنی مخطوطہ: 2015 میں برمنگھم یونیورسٹی میں دریافت ہونے والے قرآن کے کچھ اوراق کی کاربن ڈیٹنگ سے عمر 568 اور 645 عیسوی کے درمیان بتائی گئی، جو نبی کریم ﷺ کے عہد کے انتہائی قریب ہے۔ اس کا متن موجودہ قرآن سے سو فیصد مطابقت رکھتا ہے۔

یہ تاریخی شہادت ناقابل تردید طور پر ثابت کرتی ہے کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جسے الہامی ہونے کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخی اعتبار سے بھی محفوظ ہونے کا مکمل ثبوت حاصل ہے۔

5. فلسفہ کے لحاظ سے:
یہاں ہم مغربی فلسفے کے بنیادی سوالات کا اسلامی جوابات سے تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔
1. وجودیت اور مقصدِ حیات:
ژاں پال سارتر جیسے ملحد وجودی مفکرین کے نزدیک "وجود مقدم ہے" یعنی انسان پہلے دنیا میں آتا ہے، موجود ہوتا ہے، اور پھر اپنے اعمال کے ذریعے اپنی ماہیت اور مقصد خود تخلیق کرتا ہے۔ اس فلسفے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ زندگی میں کوئی خاص مقصد نہیں ہے، جو اکثر پریشانی ، بے یقینی اور مایوسی کی طرف لے جاتا ہے۔
اسلام اس کے برعکس ایک واضح، پہلے سے طے شدہ اور آفاقی مقصد فراہم کرتا ہے:
· "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (الذاریات: 56)
"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"
یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مقصدِ حیات کوئی انسانی ایجاد نہیں بلکہ خالق کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ یہ "عبادت" صرف رسومات تک محدود نہیں بلکہ اس کے وسیع تر معنی ہیں: اللہ کی بندگی اور اس کے احکام کے مطابق زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنا۔ یہ عقیدہ انسان کو وجودی پریشانی سے نجات دلاتا ہے اور ایک پُرامن اور بامقصد زندگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
2. اخلاقیات کا مسئلہ:
یہ مغربی فلسفے کا ایک بہت بڑا مخمصہ ہے: اخلاقیات کی بنیاد کیا ہے؟ اس کے دو بڑے جواب ہیں Divine Command Theory (مذہبی حکم): اچھائی وہ ہے جس کا خدا حکم دے، برائی وہ ہے جس سے منع کرے۔
(سیکولر · اخلاقیات): انسان خود اپنی عقل، معاشرتی معاہدے
یا افادیت پسندی کی بنیاد پر اچھائی اور برائی کا تعین کرے۔
سیکولر اخلاقیات کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ "relative" (نسبتی) ہے۔ ایک معاشرے میں آج جو چیز اچھی ہے، کل بری ہو سکتی ہے۔
· مثال کے طور پر، مغرب میں 60 سال پہلے تک ہم جنس پرستی کو ایک جرم اور نفسیاتی بیماری سمجھا جاتا تھا، لیکن آج اسے بنیادی انسانی حق اور قابلِ فخر شناخت سمجھا جاتا ہے۔ اس تبدیلی کی عقلی یا سائنسی بنیاد کیا ہے؟ محض معاشرتی رجحانات کی تبدیلی۔ اسے "Moral Relativism" کہتے ہیں، جو اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کہ "مطلق اچھائی" کیا ہے۔

اگر اکثریت کی رائے ہی اخلاقیات کا معیار ہے، تو پھر غلامی، نسل پرستی، اور نسل کشی جیسے مظالم کو بھی اس وقت جائز سمجھا جا سکتا ہے جب معاشرے کی اکثریت ان کی حمایت کرے۔

اسلام "Absolute Morality" فراہم کرتا ہے، جس کا ماخذ اللہ کا ابدی اور غیر متبدل علم ہے۔ یہ اخلاقیات وقت اور حالات سے بالاتر ہیں اور انسان کو ایک ٹھوس اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

3. مصائب کا مسئلہ :

مغربی فلسفہ خدا کے وجود کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ کرتا ہے کہ اگر خدا قادرِ مطلق اور رحیم و کریم ہے تو دنیا میں برائی، تکالیف اور مصائب کیوں موجود ہیں؟

اسلام اس مسئلے کا ایک جامع اور عقلی جواب فراہم کرتا ہے، جس کے کئی پہلو ہیں:

· زندگی آزمائش ہے: "جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔" (الملک:)۔2 ایک امتحانی مرکز میں امتحان کی سختی اس کے خالق پر ظلم کا الزام نہیں ہوتی، بلکہ اس کا مقصد طلباء کی

عامر ثقلین

حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی

1۔ حضرت خدیجہؓ۔ پہلی زوجہ، 25 سال کی عمر میں نکاح،

2۔ حضرت سودہؓ،

3۔ حضرت عائشہؓ،

4۔ حضرت حفصہؓ،

5۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ،

6۔ حضرت ام سلمہؓ،

7۔ حضرت زینب بنت جحشؓ،

8۔ حضرت جویریہؓ،

9۔ حضرت ام حبیبہؓ،

10۔ حضرت صفیہؓ،

11۔ حضرت میمونہؓ۔

آپ ﷺ نے تمام نکاح دین کی حکمت اور امت کی بھلائی کے لیے فرمائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اس کی گواہی دیتے ہیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں

1. ازواج مطہرات کا خصوصی مقام

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو "اُمہات المؤمنین" (مومنوں کی مائیں) کا خطاب دیا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: 6)

"نبی مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔"

2. حسنِ معاشرت کا حکم

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: 19)

"اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔"

3. ازواج کو اختیار

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (الاحزاب: 28)

"اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔"

اور تمام ازواج نے اللہ اور اس کے رسول کو ترجیح دی۔

4. ازواج کے لیے مخصوص احکام

ازواجِ مطہرات کو دوسری عورتوں سے ممتاز کرتے ہوئے خصوصی ہدایات دی گئیں:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: 32)

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

انہیں پردہ، وقار، اور اجروثواب کی بشارت دی گئی۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

1. گھریلو کام کاج میں شرکت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کام خود کرتے تھے۔ حضرت اسود بن یزید نے پوچھا: "آپ گھر میں کیا کرتے تھے؟" فرمایا:

"كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ" (صحیح بخاری: 676)

"آپ اپنے گھر والوں کے کاموں میں مصروف رہتے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔"

2. ازواج سے محبت اور الفت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے لیے محبت کا اظہار کیا:

· حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "میں تم سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے کھانے والے کو نمک سے ہوتی ہے۔"

· حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟" فرمایا: "عائشہ" (صحیح بخاری)

3. ازواج کے جذبات کا خیال

ایک مرتبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سفر میں پیچھے رہ گئیں تو آپ نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھے اور تسلی دی۔ (سنن نسائی)

4. عدل و انصاف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ" (سنن ابی داؤد: 2133)

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہو، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ جھکا ہوا ہوگا۔"

آپؐ نے باری میں مکمل عدل فرمایا، البتہ دلی محبت کو اللہ کے حوالے کیا:

"اللَّهُمَّ هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ" (سنن ابی داؤد)

"اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس میں جس کا میں مالک ہوں، پس جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں (دل کی محبت)، اس پر مجھے ملامت نہ فرما۔"

تمام ازواج مطہرات کے بارے میں احادیث مبارکہ

1. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

پہلی زوجہ، سب سے پہلے ایمان لانے والی

"أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْكَ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ"

(صحیح بخاری: 3820، صحیح مسلم: 2432)

ترجمہ: "میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ آپ کے پاس آ رہی ہیں، ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا یا پانی ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک گھر کی بشارت دیجیے جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ تھکن۔"

2. حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

دوسری زوجہ، ہجرتِ حبشہ میں شریک

"أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ"

(صحیح بخاری: 5212، صحیح مسلم: 1463)

ترجمہ: "حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے لیے ان کا دن اور حضرت سودہ کا دن دونوں تقسیم فرماتے تھے۔"

3. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

تیسری زوِجہ، سب سے زیادہ علم والی

"وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ"

(صحیح بخاری: 3662، سنن ترمذی: 3886)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔"

4. حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

چوتھی زوجہ، قرآنِ مجید کی محافظ

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:... ثُمَّ طَلَّقَهَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا، فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: رَاجِعْ حَفْصَةَ فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ، وَإِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ"

(سنن ابن ماجہ: 2016، مستدرک حاکم: 4/15)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:... پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دی پھر رجوع فرما لیا، اور فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: حفصہ سے رجوع کر لیجیے، کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور رات کو قیام کرنے والی ہیں، اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔"

5. حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

پانچویں زوجہ، "ام المساکین" (مسکینوں کی ماں)

"وَكَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ خُزَيْمَةَ تُسَمَّى فِي الْجَاهِلِيَّةِ أُمَّ الْمَسَاكِينِ، فَلَمْ تَلْبَثْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً حَتَّى تُوُفِّيَتْ"

(طبقات ابن سعد: 8/115، اسد الغابہ: 7/131)

ترجمہ: "حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو دورِ جاہلیت میں 'ام المساکین' (مسکینوں کی ماں) کہا جاتا تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف دو یا تین ماہ رہیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔"

6. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

چھٹی زوجہ، ہجرتِ حبشہ اور مدینہ دونوں میں شریک

"عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي، أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ"

(صحیح مسلم: 330)

ترجمہ: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جو سر کی چوٹی مضبوطی سے باندھتی ہوں، کیا غسلِ جنابت کے لیے اسے کھولوں؟ فرمایا: نہیں، تمہیں بس اتنا کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لو۔"

7. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
ساتویں زوجہ، جن کا نکاح اللہ نے آسمان پر طے فرمایا
"عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَنَى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا... وَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ"
(صحیح بخاری: 5166)
ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ رخصتی کے وقت ولیمہ کیا اور لوگوں کو روٹی اور گوشت سے سیر کیا... اور اسی موقع پر آیتِ حجاب نازل ہوئی۔"
انہی کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:
فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا (الاحزاب: 37)
8. حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
آٹھویں زوجہ، جن کی وجہ سے پورے قبیلے کو آزادی ملی
"عَنْ جُوَيْرِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَأَفْطِرِي"
(صحیح بخاری: 1986)
ترجمہ: "حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ روزے سے تھیں۔ فرمایا: کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم کل روزہ رکھنا چاہتی ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: تو روزہ توڑ دو۔"
9. حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
نویں زوجہ، ابوسفیان کی بیٹی، ہجرتِ حبشہ میں شریک
"عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ"
(صحیح مسلم: 728)
ترجمہ: "حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات (سنن مؤکدہ) پڑھے، ان کے بدلے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔"

10. حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

دسویں زوجہ، یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی بیٹی

"عَنْ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ كَلَامٌ... فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: أَلَا قُلْتِ: وَكَيْفَ تَكُونَانِ خَيْرًا مِنِّي؟ وَزَوْجِي مُحَمَّدٌ، وَأَبِي هَارُونُ، وَعَمِّي مُوسَى"

(سنن ترمذی: 3894)

ترجمہ: "حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ مجھے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی کوئی بات پہنچی تھی... میں نے آپ سے ذکر کیا تو فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا: تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو؟ جبکہ میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میرے والد ہارون علیہ السلام ہیں، اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔"

11. حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

گیارہویں زوجہ، آخری نکاح، حجۃ الوداع سے قبل

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ... وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ وَدُفِنَتْ هُنَاكَ"

(صحیح بخاری: 4258)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح کیا... اور حالتِ حلال میں مقامِ سرف میں رخصتی فرمائی، اور ان کا وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔"

ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک کے مظاہر

1. مشورہ کرنا: صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر عمل کیا۔

2. کھیل کود: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ فرمایا۔ پہلی بار عائشہ جیتیں، دوسری بار آپ جیتے اور فرمایا: "یہ اس دن کا بدلہ ہے۔"

3. غصے میں نرمی: کبھی بھی آپ نے کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا" (صحیح مسلم)
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو، کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو مارا۔"

4. بیماری میں خدمت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوتیں تو آپ خود ان کی تیمارداری فرماتے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی رحمت، محبت، عدل، اور حسنِ معاشرت کا کامل نمونہ تھی۔ آپ نے عملی طور پر دکھایا کہ بیویوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے، اور قرآن و حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)
"بیشک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

یہ گیارہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین ہیں، جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں نکاح فرمایا۔ ہر ایک کی زندگی سے امت کے لیے درس و عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین۔

عامر ثقلین

کبیرہ گناہوں کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں

کبیرہ گناہ کا تعارف

کبیرہ گناہ وہ معصیت ہے جس پر قرآن یا حدیث میں دنیا یا آخرت میں سخت سزا، لعنت، یا غضب الٰہی کا ذکر آیا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں روکا جاتا ہے تو ہم تمہاری (چھوٹی) برائیاں تم سے دور کر دیں گے۔"

(سورۃ النساء: 31)

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے "الزواجر عن اقتراف الکبائر" میں کبیرہ گناہوں کی دو علامات بیان کی ہیں:

1. حد کا نفاذ: جس گناہ پر دنیا میں شرعی حد مقرر ہو (جیسے چوری، زنا)۔
2. وعید (سخت دھمکی): جس پر آخرت میں عذاب، لعنت یا جہنم کی وعید آئی ہو۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

1. شرک (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا)

· قرآن: "بے شک اللہ اسے نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔" (النساء: 48)

· حدیث: "سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔" (بخاری: 6870)

2. ناحق قتل

· قرآن: "اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔" (النساء: 93)

· حدیث: "قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون کے معاملات کا فیصلہ ہوگا۔" (بخاری: 6533)

3. جادو

· قرآن: "اور انہوں نے سیکھا جو انہیں نقصان دیتا تھا نفع نہیں پہنچاتا تھا۔" (البقرۃ: 102)

· حدیث: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو... (جن میں) جادو ہے۔" (بخاری: 2766)

4. نماز چھوڑنا

· قرآن: "پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کے پیچھے چلے۔" (مریم: 59)

· حدیث: "ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان فرق نماز کا ہے، جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔" (ترمذی: 2621)

5. زکوٰۃ نہ دینا

· قرآن: "اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر دیں۔" (التوبۃ: 34)

· حدیث: "جسے اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت میں اس کا مال گنجا سانپ بن کر اس کے گلے کا طوق بنے گا۔" (بخاری: 1403)

6. والدین کی نافرمانی
· قرآن: "اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔" (بنی اسرائیل: 23)
· حدیث: "کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟... والدین کی نافرمانی۔" (بخاری: 2653)
7. زنا
· قرآن: "اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔" (بنی اسرائیل: 32)
· حدیث: "زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔" (بخاری: 2475)
8. سود خوری
· قرآن: "اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔" (البقرۃ: 275)
· حدیث: "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی۔" (مسلم: 1598)
9. یتیم کا مال کھانا
· قرآن: "جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔" (النساء: 10)
· حدیث: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو... (جن میں) یتیم کا مال کھانا ہے۔" (بخاری: 2766)
10. جہاد سے فرار
· قرآن: "اور جو ان سے پیٹھ پھیرے گا... وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔" (الانفال: 16)
· حدیث: "سات ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے جہاد سے فرار بھی ہے۔" (بخاری: 2766)
11. پاکدامن عورتوں پر تہمت
· قرآن: "جو پاکدامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگائیں، ان پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے۔" (النور: 23)
· حدیث: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو... (جن میں) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا ہے۔" (بخاری: 2766)
12. چوری
· قرآن: "چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو... یہ اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔" (المائدۃ: 38)
· حدیث: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چور کی حالت ایمان میں چوری نہیں کرتا۔" (بخاری: 2475)
13. جھوٹی گواہی
· قرآن: "اور جھوٹی گواہی سے بچو۔" (الحج: 30)
· حدیث: "کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟... (وہ) جھوٹی گواہی ہے۔" (بخاری: 2653)

14. جھوٹی قسم
· قرآن: "اور اپنی قسموں کو دھوکے کا ذریعہ نہ بناؤ۔" (النحل: 94)
· حدیث: "جو کوئی کسی مسلمان کا مال جھوٹی قسم سے لے لے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔" (بخاری: 2673)
15. تکبر
· قرآن: "بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (النحل: 23)
· حدیث: "جس کے دل میں رائی کے دانے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" (مسلم: 91)
16. جھوٹ بولنا
· قرآن: "اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔" (آل عمران: 61)
· حدیث: "جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف۔" (بخاری: 6094)
17. غیبت (پیٹھ پیچھے برائی کرنا)
· قرآن: "اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟" (الحجرات: 12)
· حدیث: "غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔" (بیہقی، شعب الایمان: 6328)
18. چغل خوری (سخن چینی)
· قرآن: "بڑا طعنہ دینے والا چغل خور۔" (القلم: 11)
· حدیث: "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔" (بخاری: 6056)
19. ناپ تول میں کمی
· قرآن: "نقصان ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔" (المطففین: 1)
· حدیث: "جو ناپ تول میں کمی کرے گا، قیامت میں اسے اس کے گناہ کے برابر محروم کیا جائے گا۔" (طبرانی)
20. مایوسی اور اللہ کی رحمت سے ناامیدی
· قرآن: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔" (الزمر: 53)
· حدیث: "کبیرہ گناہوں میں سے ہے... اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا۔" (شعب الایمان: 7450)

کبیرہ گناہوں سے توبہ کا طریقہ
کبیرہ گناہ جتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو، اگر بندہ سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ معاف فرما دیتا ہے، سوائے شرک کے (بغیر توبہ کے مرنے کی صورت میں)۔ توبہ کی شرائط:
1. گناہ فوراً چھوڑ دینا
2. گناہ پر ندامت و شرمندگی
3. آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم
4. حقوق العباد کی ادائیگی (اگر معاملہ کسی انسان سے ہو)
حدیث: "توبہ کرنے والا گناہ سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔" (ابن ماجہ: 4250)

Amir Saqlain

جمعہ کا خطبہ (متن و ترجمہ)

اہلِ سنت والجماعت کے ہاں جمعہ کے خطبے کا جو مسنون اور رائج طریقہ ہے، اس کا اصل عربی متن اور اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔ یہ وہ خطبہ ہے جو عام طور پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک میں پڑھا جاتا ہے۔

یہ خطبہ دو حصوں پر مشتمل ہے اور دونوں کا پڑھنا سنت ہے۔

پہلا خطبہ

عربی متن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، وَجَعَلَنَا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.
نَحْمَدُهُ سُبْحَانَهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ.
وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ.
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللّٰهِ، أُوصِيكُمْ وَنَفْسِيَ الْخَاطِئَةَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَطَاعَتِهِ، وَأُحَذِّرُكُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ وَمُخَالَفَتِهِ.
قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْكَرِيمِ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
(آلِ عمران: 102)

بَارَكَ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعَنِي وَإِيَّاكُمْ بِمَا فِيهِ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ.
أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ، فَاسْتَغْفِرُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

اردو ترجمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی، اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بنایا۔
ہم اس پاک ذات کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے بخشش مانگتے ہیں، اسی پر ایمان لاتے ہیں، اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔
اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اس نے حق کے ساتھ قیامت سے پہلے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔
اے اللہ! رحمت نازل فرما، سلامتی دے اور برکت نازل فرما ہمارے سردار اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد! اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اور اپنے گناہ گار نفس کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی فرمانبرداری کی وصیت کرتا ہوں، اور تمہیں اس کی نافرمانی اور مخالفت سے ڈراتا ہوں۔
اللہ تبارک و تعالی نے اپنی بابرکت کتاب میں فرمایا: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم والا ہے۔
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت صرف اسلام پر ہی آئے۔ (آل عمران: 102)

اللہ مجھے اور تمہیں قرآن عظیم میں برکت دے، اور مجھے اور تمہیں اس میں موجود آیات اور حکمت بھری نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔
میں اپنے لیے، تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے اللہ سے بخشش مانگتا ہوں، پس تم بھی اس سے بخشش مانگو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

عربی متن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، حَمْدًا يُوَافِي نِعَمَهُ وَيُكَافِئُ مَزِيدَهُ.
وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ.

أَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللهِ، اتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ أَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى:
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الأحزاب: 56)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ وَسَلِّمْ، وَارْضَ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ: أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيٍّ، وَعَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ أَجْمَعِينَ، وَعَنِ التَّابِعِينَ وَتَابِعِيهِمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ، إِنَّكَ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ.
اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَأَذِلَّ الشِّرْكَ وَالْمُشْرِكِينَ، وَانْصُرْ عِبَادَكَ الْمُوَحِّدِينَ.
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ،
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

اردو ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ایسی حمد جو اس کی نعمتوں کے شایانِ شان ہو اور اس کی مزید نعمتوں کے برابر ہو۔
اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔
اے اللہ! رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر، اور تمام انبیاء و مرسلین پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد! اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ نے تمہیں ایک بہت بڑے کام کا حکم دیا ہے، پس اللہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا:
بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ (الأحزاب: 56)

اے اللہ! رحمت فرما محمد پر اور آل محمد پر، اور برکت اور سلامتی نازل فرما۔ اور راضی ہو جا ہدایت یافتہ خلفائے راشدین: ابو بکر، عمر، عثمان اور علی سے، اور باقی تمام صحابہ کرام سے، اور تابعین اور قیامت تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے۔

اے اللہ! بخش دے مسلمان مردوں اور عورتوں کو، اور مومن مردوں اور عورتوں کو، جو ان میں سے زندہ ہیں اور جو فوت ہو چکے ہیں۔ بے شک تو سننے والا، قریب ہے، دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔
اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے، اور شرک اور مشرکوں کو ذلیل کر، اور اپنے توحید پرست بندوں کی مدد فرما۔
اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔
آپ کا رب، عزت والا رب، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو پیغمبروں پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

مذید متن و ترجمہ

عربی متن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللّٰهِ، أُوْصِيْكُمْ وَنَفْسِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَطَاعَتِهِ، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ
(آل عمران: 102)

أَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاسْتَغْفِرُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

اردو ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ اور زیادتی (کی سزا) صرف ظالموں پر ہے۔ اور درود و سلام ہوں ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد! اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم والا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت صرف اسلام پر ہی آئے۔ (آل عمران: 102)

میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اپنے لیے، تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے اللہ سے بخشش مانگتا ہوں، پس تم بھی اس سے بخشش مانگو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

عربی متن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللّٰهِ، اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِيْهِ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ تَعَالٰى: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الأحزاب: 56)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ، اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَأَذِلَّ الشِّرْكَ وَالْمُشْرِكِيْنَ.

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اردو ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا رب ہے، اور درود و سلام ہوں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد! اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور جان لو کہ اللہ نے تمہیں ایک ایسے کام کا حکم دیا ہے جس کی ابتدا اس نے خود اپنی ذات سے کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ (الأحزاب: 56)

اے اللہ! رحمت فرما محمد پر اور آل محمد پر، جیسا کہ تو نے رحمت فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔
اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر، جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔

اے اللہ! بخش دے مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو، اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو، جو ان میں سے زندہ ہیں اور جو فوت ہو چکے ہیں۔ اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے، اور شرک اور مشرکوں کو ذلیل کر۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آپ کا رب، عزت والا رب، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو پیغمبروں پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

عامر ثقلین

حرام اور حلال جاندار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر چیز حلال ہے سوائے اس کے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو۔

زمینی جانور

حلال جانور

وہ تمام چوپائے جن کا شکار کیا جاتا ہے اور جن کے کھانے سے عربوں کو نفرت نہیں تھی:

- مویشی (بہیمۃ الانعام): اونٹ، گائے، بھینس، بکری، دنبہ، بھیڑ (سورۃ المائدہ: 1)
- وحشی جانور: ہرن، بارہ سنگھا، نیل گائے، زیبرا، خرگوش (صحیح بخاری: 5535)
- پرندے: مرغی، بطخ، کبوتر، تیتر، بٹیر، چڑیاں، اور وہ تمام پرندے جو پنجے سے شکار نہ کریں

حرام جانور

قرآن میں چار چیزیں قطعی حرام ہیں (سورۃ المائدہ: 3):

1. مردار (جو خود مر جائے)
2. بہتا خون
3. خنزیر (سور کا گوشت)
4. غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ

حدیث سے مزید حرام جانور (صحیح مسلم: 1934):

- کچلی والے درندے: شیر، چیتا، بھیڑیا، کتا، بلی، لومڑی، ریچھ
- پنجے سے شکار کرنے والے پرندے: عقاب، باز، چیل، گدھ، کوّا (بڑا کوا)، چیچ (شکرا)
- گدھا، خچر (صحیح بخاری: 5527)
- وہ جانور جنہیں مارنے کا حکم ہے: سانپ، چھپکلی، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا (صحیح بخاری: 3314)

آبی حیات

حلال

تمام آبی جانور حلال ہیں:

"تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا" (سورۃ المائدہ: 96)

نبی کریم ﷺ نے سمندر کے بارے میں فرمایا:

"اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے" (سنن ابی داؤد: 83)

یعنی ہر قسم کی مچھلی، جھینگا، کیکڑا، لابسٹر وغیرہ بغیر ذبح کے بھی حلال ہے۔

اختلافی مسئلہ

احناف کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے، جبکہ جمہور علماء (شافعی، مالکی، حنبلی) کے نزدیک سمندر کے تمام جاندار حلال ہیں۔

حشرات الارض (کیڑے مکوڑے)
حلال
· ٹڈی (سنن ابی داؤد: 3812) - اسے میتہ بھی کہا گیا ہے یعنی بغیر ذبح حلال ہے

حرام
جمہور علماء کے نزدیک سانپ، بچھو، چوہا، گرگٹ، چھپکلی، گھونسلے کے کیڑے، بھونرے، مکھی، مچھر وغیرہ حرام ہیں کیونکہ یہ خبیثات میں سے ہیں (الاعراف: 7ـ15

اہم شرائط برائے حلت
1. تذکیہ (شرعی ذبیحہ): اللہ کا نام لے کر حلال جانور کو ذبح کیا جائے، تین رگیں کٹیں (حلقوم، مری، ودجین)
2. شکار: تیر یا سدھائے ہوئے شکاری جانور سے کیا گیا شکار جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو (المائدہ: 4)
3. میتہ کا استثناء: صرف مچھلی اور ٹڈی کا مردار حلال ہے (سنن ابن ماجہ: 3218)

میرے آقا ﷺ نے فرمایا: "حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے"،

ذبح کا حکم قرآن و حدیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:
ذبح کی تعریف و حکم

ذبح (تذکیہ) حلال جانور کو شرعی طریقے سے اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا نام ہے۔ اس کے بغیر حلال جانور کا گوشت بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ:

"اور جو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ، اور یقیناً یہ نافرمانی ہے" (سورۃ الانعام: 121)

ذبح کی چار شرائط

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"جو چیز خون بہا دے اور جس پر اللہ کا نام لیا جائے، اسے کھاؤ" (صحیح بخاری: 5543)

1. ذبح کرنے والا
· مسلمان یا اہلِ کتاب (یہودی/عیسائی) ہو (سورۃ المائدہ: 5)
· عاقل و بالغ ہو یا سمجھ دار نابالغ
· بت پرست، مشرک، مرتد کا ذبیحہ حرام ہے

2. ذبح کا آلہ
· دانت اور ناخن کے علاوہ ہر دھار دار چیز جائز ہے
· رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو چیز خون بہا دے، سوائے دانت اور ناخن کے" (صحیح بخاری: 5503)
· چھری، چاقو، لوہے کا تیز ٹکڑا، پتھر، بانس وغیرہ سب جائز

3. کٹنے والی رگیں
چار میں سے کم از کم تین رگوں کا کٹنا ضروری:

رگ وضاحت
حلقوم سانس کی نالی
مری خوراک کی نالی
ودجین گردن کی دو بڑی رگیں (شہ رگ)

چوتھی رگ باقی رہ جائے تب بھی حلال ہے، بشرطیکہ تین کٹ جائیں۔

4. بسم اللہ پڑھنا
· "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کہنا واجب ہے
· جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو حرام، بھول جائے تو حلال (الانعام: 121)
· ذبح کے وقت ہی پڑھی جائے

ذبح کے آداب و سنتیں

1. قبلہ رخ کرنا: جانور کا منہ بھی قبلہ کی طرف
2. تیز چھری: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے، جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے کرو، چھری تیز کر لو اور جانور کو آرام پہنچاؤ" (صحیح مسلم: 1955)
3. جانور کو لٹانا: بائیں پہلو پر، دایاں پاؤں کھلا رکھیں
4. چھری نہ دکھانا: ایک جانور کے سامنے دوسرا ذبح نہ کریں
5. چھری کو دوبارہ نہ چلانا: ایک ہی بار میں پوری طاقت سے، بار بار نہ کاٹیں
6. ذبح کے بعد کلیجی کھانا: نبی ﷺ قربانی کے دن سب سے پہلے کلیجی تناول فرماتے (سنن بیہقی)

حرام طریقے

- گلا گھونٹ کر مارنا (منخنقہ)
- چوٹ مار کر مارنا (موقوذہ)
- اونچائی سے گرانا (متردیہ)
- سینگ مار کر ہلاک کرنا (نطیحہ)
- درندے کا کھایا ہوا (ما اکل السبع)

یہ سب مردار (میتہ) کے زمرے میں آتے ہیں جو حرام ہے (سورۃ المائدہ: 3)

خاص صورتیں

صورت حکم

مشین سے ذبح : مکینیکل ذبح میں بسم اللہ ہر مرغی پر الگ الگ پڑھی جائے

نحر (اونٹ کا ذبح) : اونٹ کو کھڑے ہو کر سینے کے گڑھے میں نیزہ مارا جائے (سورۃ الکوثر: 2)

شکار : تیر یا شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے، اگر جانور مرا ہوا ملے تو حلال ہے (المائدہ: 4)

بسم اللہ بھول جانا : اگر بھول گیا تو حلال، جان بوجھ کر چھوڑا تو حرام

پیٹ کا بچہ : اگر ماں کے ذبح کے بعد پیٹ سے زندہ نکلے تو اسے الگ ذبح کریں، مردہ نکلے تو حرام

چند اہم مسائل

- ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا مستحب ہے
- پوری گردن کاٹنا (سر جدا کرنا) مکروہِ تنزیہی ہے
- ریڑھ کی ہڈی تک چھری پہنچانا مکروہ ہے
- ذبح کرنے والی چھری سے ہڈی نہ توڑی جائے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عامر ثقلین

امام ابو حامد محمد الغزالی (وفات 505ھ / 1111ء) کی تصنیف "تحافتہ الفلاسفہ" اسلامی فکری تاریخ کی ایک سنگِ میل کتاب ہے۔ یہ محض ایک تنقیدی کتاب نہیں بلکہ ایک ایسا فلسفیانہ زلزلہ تھی جس نے مسلم دنیا میں یونانی فلسفے، خاص طور پر مشائی مکتبِ فکر کی فکری بالادستی کو شدید چیلنج کیا۔
امام غزالی نے اس کتاب میں فلسفے کے غلط نظریات کو رد کرنے کے لیے بے شمار ایسے حقائق بیان کیے ہیں جو صرف کتاب کا اصل متن (یا ترجمہ) پڑھنے سے ہی حاصل ہوسکتے ہیں ۔۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے عظیم تحفہ ہے جو فلسفہ میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان سوالات کے جوابات جاننا چاہتے ہیں جو زیادہ تر فلسفے کے مشکل ترین سوالات میں شمار کیے جاتے ہیں ۔۔
کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ امام غزالی فلسفے یا سائنس کے خلاف تھے مگر اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مطلقاً سائنس یا فلسفے کے خلاف نہیں تھے بلکہ ان میں موجود صرف ان عقائد کا رد کرتے ہیں جو غلط ہیں یا جن پر تحقیق نامکمل ہونے پر فیصلہ فرمایا گیا ہے ۔۔
میری ذاتی رائے کے مطابق جب تک امام غزالی کی اس کتاب کو فلسفہ میں نہ پڑھا جائے تب تک فلسفی ادھورا ہے ۔۔ اس لیے اس کتاب کے اصل متن یا ترجمہ کو لازمی پڑھیں ۔۔

پسِ منظر اور مقصدِ تصنیف

غزالی سے پہلے، الفارابی (339ھ)) اور ابن سینا (428ھ)) جیسے عظیم فلاسفہ نے یونانی فلسفے، بالخصوص ارسطو اور افلاطون کی تعلیمات، کو اسلامی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ نتیجتاً، بعض مسلم اشراف اور پڑھے لکھے طبقے میں یہ رجحان بڑھا کہ فلسفیانہ عقل ہی حقیقت تک رسائی کا واحد ذریعہ ہے، اور وحی ثانوی حیثیت رکھتی ہے یا محض عوام کے لیے علامتی انداز میں بیان کردہ فلسفہ ہے۔

غزالی نے اس فکری بے راہ روی کو خطرناک سمجھا۔ "مقاصد الفلاسفہ" لکھ کر انہوں نے یہ ثابت کیا کہ وہ فلسفے کو اس کے پیروکاروں سے بھی بہتر سمجھتے ہیں، اور پھر "تہافتہ الفلاسفہ" میں انہوں نے اسی فلسفے کو اس کے اپنے منطقی ہتھیاروں سے چیلنج کیا۔ ان کا بنیادی مقصد یہ دکھانا تھا کہ فلسفی، وحی سے بے نیاز ہو کر اور صرف عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے، ان بنیادی مابعدالطبیعیاتی سوالات کے جوابات دینے میں ناکام رہے ہیں جن کا انہوں نے دعویٰ کیا تھا۔

مرکزی موضوع اور طریقہِ کار

غزالی نے پوری کتاب میں ایک نہایت مدلل اور منفرد حکمتِ عملی اپنائی:

· ہدف: اس کتاب کا ہدف یونانی فلسفہ نہیں بلکہ خاص طور پر الفارابی اور ابن سینا کی پیش کردہ تعلیمات ہیں۔ غزالی انہی کو "الفلاسفہ" کہہ کر پکارتے ہیں۔
· طریقہِ کار (برہانِ خلف): غزالی نے فلسفیوں کے نظریات کو ان کے اپنے منطقی اصولوں (منطق، طبیعیات، اور مابعدالطبیعیات) کی کسوٹی پر پرکھا۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ فلسفیوں کے دعوؤں میں موجود تضادات، مغالطوں اور غیر مصدقہ مفروضوں کو بے نقاب کریں۔ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ "یہ میرا عقیدہ ہے اس لیے یہ غلط ہے"، بلکہ انہوں نے کہا: "تمہاری اپنی منطق کی رو سے یہ دعوے ثابت نہیں ہوتے۔"
· "تہافت" (بربادی / تہس نہس) کی اصطلاح: اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفیوں کے وہ دعوے جو دین کے بنیادی عقائد سے ٹکراتے ہیں، وہ عقلی طور پر اس قدر کمزور ہیں کہ ان کی باہمی تضادات نے ان کے نظامِ فکر کو خود ہی تہس نہس کر دیا ہے۔

مسائل کی بیس اقسام

غزالی نے فلسفیوں کے ان بیس اصولی مسائل کی نشاندہی کی ہے جن میں وہ وحی کے ذریعے بیان کردہ حقائق سے متصادم ہیں۔ ان میں سے سترہ مسائل میں انہوں نے فلسفیوں کو "بدعتی" (مبتدع) قرار دیا، اور تین بنیادی مسائل میں انہیں "کافر" قرار دیا، کیونکہ یہ قرآن اور حدیثِ متواترہ کے قطعی دلائل کے خلاف تھے:

تین بنیادی مسائل جن پر غزالی نے تکفیر کا حکم لگایا:

1. عالم کا قدم

· فلسفیوں کا دعویٰ: کائنات مادے، وقت اور حرکت کے اعتبار سے قدیم (ازلی) ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ازلیت کی طرح یہ بھی ازلی ہے اور اللہ اس کا صرف "علتِ تامہ" ہے۔

· غزالی کا رد: یہ نظریہ خالق و مخلوق کے درمیان فرق کو مٹا دیتا ہے اور اللہ کے "پیدا کرنے" (اختراع) کے قرآنی تصور کی نفی کرتا ہے۔ انہوں نے منطقی طور پر ثابت کیا کہ ایک ازلی علت کا اثر بھی ازلی ہو، یہ ضروری نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جسے فلسفی ثابت نہیں کر سکے۔ اگر کائنات قدیم ہے تو پھر کسی "موجِد" (پیدا کرنے والے) کی ضرورت ہی نہیں رہتی.

2. جزئیات میں اللہ کا علم نہ ہونا:

· فلسفیوں کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ صرف کلیات کو جانتا ہے، جزئیات یعنی بدلنے والی چھوٹی چیزوں اور واقعات کو نہیں جانتا۔

· غزالی کا رد: یہ دعویٰ صریحاً کفر ہے کیونکہ یہ اللہ کے "بکل شیء علیم" ہونے کی نفی ہے۔ انہوں نے فلسفیانہ طور پر دلیل دی کہ جزئی سے کلی کا علم ہونا لازمی طور پر جزئی کے علم کو بھی شامل کرتا ہے، ورنہ کلی کا علم ہی ناقص ہوگا۔ تبدیلی کا تعلق جاننے والے (اللہ) کے علم میں نہیں بلکہ معلوم (مخلوق) کے وجود میں ہوتا ہے۔

3. جسمانی حشر کا انکار:
· فلسفیوں کا دعویٰ: آخرت میں صرف روحانی لذت اور الم ہوگا۔ جسمانی جنت اور دوزخ (حور، قصور، کھانے پینے اور جسمانی عذاب) کی نفی کی کیونکہ یہ ان کی نظر میں ناممکن تھا۔
· غزالی کا رد: یہ نظریہ قرآن کی نصوص کے واضح انکار کے مترادف ہے۔ عقلی طور پر، غزالی نے کہا کہ اللہ جس نے پہلی بار مادے اور روح سے انسان کو بنایا، اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟ ان کی منطق میں "بعث بعد الموت" کا امکان موجود ہے، اور جب صادق نبی خبر دے رہا ہے تو اس کا انکار محض خواہشِ نفس ہے۔
سترہ مسائل (تضلیل / بدعت):
ان میں شامل ہیں:
· اللہ کی صفات کا انکار یا تاویل (جیسے یہ کہنا کہ اللہ کا علم، اس کی ذات ہے)۔
· یہ دعویٰ کہ اللہ کی ذات بلا جنس و فصل (بغیر جنس اور نوعی امتیاز کے) ہے۔
· یہ دعویٰ کہ اللہ کے نزدیک "موجود" اور "واجب الوجود" کے سوا کوئی صفت نہیں۔
· افلاک (آسمانوں) کا ذی روح اور مکلف ہونا۔
· معجزات کا انکار (غزالی نے علت و معلول کے فلسفیانہ اصول کو توڑ کر معجزات کو عقلی طور پر ممکن ثابت کیا)۔
· انسانی روح کا ایسا جوہر ہونا جو جسم میں حلول نہیں کرتا (یہ عقیدے کے خلاف نہیں تھا مگر غزالی نے ان کے استدلال کو کمزور پایا)۔

غزالی کا سب سے بڑا فلسفیانہ ہتھیار: سببیّت پر ضرب

کتاب کا سترھواں مسئلہ، جو "سببیّت" کے بارے میں ہے، سب سے زیادہ انقلابی اور دور رس اثرات کا حامل تھا۔

· فلسفیوں کا دعویٰ: آگ اور روئی کے درمیان "جلانے" کا تعلق ایک لازم اور عقلی تعلق ہے۔ آگ کا لازمی اثر جلانا ہے۔

· غزالی کا رد: یہ تعلق صرف "عادۃ اللہ" (عادتِ الٰہی) ہے، عقلی لازم نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روئی کو آگ کے قریب رکھا گیا اور وہ جل گئی، لیکن جلانے کا اصل فاعل (موثر حقیقی) اللہ ہے، آگ نہیں۔ آگ ایک بے جان چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ روئی میں "جلنے" کی صفت براہِ راست پیدا کرتا ہے، یا آگ کے ذریعے، یا بغیر آگ کے۔ معجزہ (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں محفوظ رہنا) دراصل اس عادتِ الٰہیہ کا ٹوٹنا ہے، نہ کہ عقلی ناممکن کا وقوع۔

اس نظریے نے فلسفیوں کی اس بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا کہ کائنات ایک بند اور خودکار میکانکی نظام ہے۔

تنقیدی جائزہ اور اثرات

قوت اور اہمیت:

· اس کتاب نے مسلم معاشرے میں رائج اس خیال کو ختم کر دیا کہ فلسفہ ہی حقیقت کا آخری پیمانہ ہے۔

· غزالی نے شکوک و شبہات کے دور سے گزر کر ایمان کو ایک نئی عقلی و قلبی بنیاد فراہم کی۔

· اس نے فلسفیانہ بحث کو عوام کے بجائے خواص کے درمیان رکھا، جس سے عام آدمی کے عقیدے کی حفاظت ہوئی۔

تنقید:

· ابن رشد نے "تحافتہ التہافت" میں اس کتاب کا جواب دیا اور کہا کہ غزالی نے بعض جگہوں پر فلسفیوں کے الفاظ کو ان کے صحیح مفہوم میں نہیں لیا اور ان کے دلائل کو کمزور کر کے پیش کیا۔

· بہت سے مورخین، خاص طور پر مغربی مستشرقین کا کہنا ہے کہ "تحافتہ الفلاسفہ" نے مسلم دنیا میں عقلی و سائنسی تحقیقات کا دروازہ بند کر دیا۔ (یہ ایک محلِ نظر الزام ہے، کیونکہ غزالی نے خود منطق کو دین کا خادم بنایا اور ان کے بعد بھی فلسفیانہ و سائنسی کام ہوتا رہا)۔

نتیجہ:

"تحافتہ الفلاسفہ" محض فلسفہ شکنی نہیں بلکہ فلسفے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کی ایک عظیم کوشش ہے۔ غزالی نے عقل کو جواب دہ ٹھہرا کر یہ ثابت کیا کہ مابعدالطبیعات کے بنیادی سوالات میں عقل کی ایک حد ہے جس کے بعد وحی کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب اسلامی الٰہیات اور فلسفے کے درمیان تعلق کو سمجھنے کے لیے آج بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی نو سو سال پہلے تھی۔

"تحافتہ الفلاسفہ" پر گزشتہ جائزے کی روشنی میں، اب ہم کتاب کے ان پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا یا اشارہ ملا، تاکہ تصویر مزید واضح ہو سکے۔

تاریخی اور علمی پس منظر: "فکری بحران" کی نوعیت

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں اسلامی دنیا میں ایک گہرا فکری انتشار پایا جاتا تھا۔ غزالی نے چار بڑے گروہوں کی نشاندہی کی جو "حق" کے دعویدار تھے:

1. متکلمین (علماء کلام): جو عقلی دلائل سے عقائد کی حفاظت کرتے تھے مگر ان کا طریقہ کار فرقوں کے درمیان منازعات تک محدود ہو گیا تھا۔
2. باطنیہ (اسماعیلیہ): جو "معصوم امام" سے تعلیم حاصل کرنے کو حق کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے اور عقل و فلسفے کے مخالف تھے..

3. فلاسفہ (مشائی): جو سقراط، افلاطون اور ارسطو کے فکری وارث تھے اور عقل کو وحی پر ترجیح دیتے تھے۔
4. صوفیہ: جو کشف و شہود اور ذوق کو علم کا اعلیٰ ترین ذریعہ سمجھتے تھے۔

غزالی نے "تحافتہ الفلاسفہ" میں صرف فلاسفہ کو نشانہ بنایا۔ لیکن اس سے پہلے انہوں نے "فضائح الباطنیہ" میں باطنیہ کا اور بعد میں صوفیا کے بعض نظریات (جیسے وحدت الوجود) کا رد کیا۔ ان کی یہ کتاب ایک وسیع تر "فکری تہذیب" منصوبے کا حصہ تھی جس کا مقصد اسلامی عقائد کو ہر قسم کی غیر مستند تاویل سے پاک کرنا تھا۔

غزالی کا فلسفیانہ طریقہ کار: محض تضحیک نہیں، تعمیری تنقید

غزالی نے کوئی نیا فلسفہ پیش نہیں کیا بلکہ فلسفیوں کے اصولِ فکر (منطق اور طبیعیات) کو ہی ان کے خلاف استعمال کیا:

· مقدمات کا چیلنج: غزالی کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ فلسفی "یقینیات" کو "مشہورات" اور "وہمیات" سے خلط ملط کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ان کا "وجوبِ علت و معلول" کا عقیدہ محض عادتاً مشاہدے پر مبنی وہم ہے، عقلی بدیہی نہیں۔
· تسلسلِ زمانی کا رد: فلسفیوں کے نزدیک خدا کا فعل، اس کی ذات کی طرح قدیم ہونا چاہیے، اس لیے کائنات قدیم ہے۔ غزالی نے کہا کہ "علت" اور "معلول" کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں، ارادہ کے ساتھ فعل میں تاخیر بالکل ممکن ہے۔ اللہ نے "کن" کہا اور کائنات اسی وقت وجود میں آگئی۔

لامتناہی کا ابطال: فلسفیوں نے زمانہ کی ازلیت اور اجرامِ فلکی کی لامتناہی گردشوں کو جواز فراہم کرنے کے لیے "لامتناہی" کے تصور کو استعمال کیا۔ غزالی نے ریاضیاتی دلائل سے ثابت کیا کہ لامتناہی اشیاء کا ایک ساتھ وجود میں آنا عقلی طور پر محال ہے۔ یہ کتاب کے اہم ترین عقلی نکات میں سے ایک ہے۔

"تہافت" کی گہرائی: بیس مسائل کا تجزیاتی خلاصہ

غزالی نے بیس مسائل کو تین دائروں میں بانٹا:

زمرہ مسئلے کی نوعیت مثال نتیجہ

طبیعیات مادے، حرکت، اور کائنات کے قوانین افلاک کا ذی روح ہونا، سببیّت فلسفیوں کے دلائل انہی اصولوں پر پورے نہیں اترتے جن کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں "یقین" پیدا نہیں ہوتا۔

الٰہیات (تضلیل) اللہ کی ذات و صفات صفات کا عینِ ذات ہونا، کلیات کا علم ان کے دلائل قیاسی ہیں، قطعی نہیں، اس لیے ان کے ذریعے متواتر نصوص کی تاویل کرنا گمراہی ہے۔

الٰہیات (تکفیر) وہ امور جو قطعی متن سے متصادم ہیں عالم کا قدم، جزئیات کا علم، حشرِ اجساد یہ نصوص کا صریح انکار ہے، اس لیے یہ کفر ہے۔

ابن رشد کا جواب: "تحافتہ التہافت" کی اہمیت

غزالی کی کتاب کا مفصل اور مشہور ترین جواب اندلس کے قاضی اور فلسفی ابن رشد نے "تھافت التہافت" میں دیا۔ یہ علمی مکالمہ اسلامی فلسفے کی انتہا ہے۔

· ابن رشد کا بنیادی اعتراض: غزالی نے فلسفے کو عوام کے سامنے لا کر "مضل" کا کردار ادا کیا۔ ابن رشد کے مطابق، فلسفہ اور شریعت "دودھ پیتی بہنیں" ہیں، ان میں حقیقی ٹکراؤ نہیں بلکہ شریعت کی ظاہری تعبیر اور فلسفے کی باطنی تعبیر میں موافقت ہے۔

قدامتِ عالم کا دفاع: ابن رشد نے دلیل دی کہ خدا کا فعل "پیدا کرنا" ہے، اگر وہ ازل سے "خالق" ہے تو اس کی مخلوق کا بھی ازل میں موجود رہنا ضروری ہے، ورنہ خدا کی صفت سے تعطیل لازم آتی ہے۔

· غزالی کی "مغالطہ انگیزی" کا الزام: ابن رشد نے جا بجا دعویٰ کیا کہ غزالی نے فلسفیوں کے دلائل کو صحیح طور پر نقل نہیں کیا اور انہیں مسخ کر کے پیش کیا۔

عالمی تناظر اور جدید سائنس

"تہافتہ الفلاسفہ" کا سببیّت والا باب جدیدیت کے تناظر میں بھی زیرِ بحث رہا:

· ڈیوڈ ہیوم : غزالی کے تقریباً سات سو سال بعد، سکاٹش فلسفی ہیوم نے بھی یہی کہا کہ سبب اور مسبب میں عقلی لزوم نہیں، صرف عادتاً تعلق ہے۔

· کوانٹم فزکس : جدید طبیعیات، خاص طور پر کوانٹم میکینکس میں " کا اصول، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ مادے کی بنیادی سطح پر قطعی سببیت موجود نہیں، بلکہ مشاہدہ کرنے پر ہی کوئی چیز متعین ہوتی ہے۔ غزالی کا نظریہ کہ کائنات ہر لمحہ اللہ کے براہِ راست فعل سے قائم ہے، اسے بعض ماہرین کوانٹم فزکس کے "مسلسل تخلیق" جیسے تصورات کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔

غزالی کی میراث: فلسفے کے خلاف مہم یا اس کی تطہیر؟

مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ اس کتاب نے مسلم دنیا میں سائنس اور فلسفے کا خاتمہ کر دیا، تاریخی طور پر درست نہیں:

· غزالی کے بعد بھی شہاب الدین سہروردی (مقتول) نے "حکمتِ اشراق"، ابن عربی نے "وحدت الوجود"، خواجہ نصیر الدین طوسی نے علمِ کلام اور فلکیات، اور قطب الدین شیرازی نے طب و طبیعیات میں شاندار کام جاری رکھا۔

غزالی نے یہ نہیں کہا تھا کہ "فلسفہ پڑھنا حرام ہے"، بلکہ انہوں نے ریاضی، طب اور منطق جیسے "حقیقی علوم" کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیا۔ ان کی مخالفت صرف "الٰہیات" کے اس حصے سے تھی جسے فلسفیوں نے قیاس پر بنا کر وحی پر ترجیح دی۔

خلاصہ یہ کہ "تہافتہ الفلاسفہ" ایک ایسی کتاب ہے جس نے اسلامی عقل کو بت پرستی کے اس نئے دور سے بچایا جہاں عقل خود ایک بت بن کر اس چیز کا انکار کرنے لگتی ہے جو اس کی حدود سے ماورا ہے۔ اس نے نہ فلسفے کو دفن کیا، نہ عقل کو، بلکہ فلسفیانہ عقل کو اس کے صحیح مقام پر لا کر وحی کے آگے سجدہ ریز ہونے کی توفیق دی۔

عامر ثقلین

عید میلاد النبی

(مختلف مکاتب فکر کی نظر میں)

عامر ثقلین

برصغیر میں چونکہ مختلف مکاتب فکر ہیں ، میرا مقصد کسی مکتب فکر کی تائید یا تردید نہیں، جو بندہ جس مکتب فکر کو درست مانتا ہے وہ اس کے مطابق عمل کرے، میرا مقصد صرف اور صرف، طرفین کے علماء کی رائے پیش کرنا ہے۔۔۔

عید میلادالنبی ﷺ کا آغاز اور شرعی حیثیت

1. عید میلادالنبی ﷺ کا تاریخی آغاز

یہ بات تاریخی طور پر طے شدہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین (خیر القرون) میں عید میلادالنبی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی صحابی یا تابعی نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی یاد میں محفل منعقد کرتے تھے۔

اس کا باقاعدہ آغاز خیر القرون کے کافی بعد ہوا، جس کے بارے میں مؤرخین کے درمیان دو مشہور قول ہیں:

الف) عبیدی (فاطمی) حکومت کا آغاز (زیادہ مشہور اور راجح قول)

مشہور مؤرخ مقریزی (متوفی 845 ھ) نے اپنی کتاب "الخطط المقریزیہ" میں تفصیل سے لکھا ہے کہ میلادالنبی کا باقاعدہ اہتمام سب سے پہلے خلافت عبیدیہ (جسے فاطمی بھی کہا جاتا ہے) کے حکمرانوں نے مصر میں چوتھی صدی ہجری کے آخر میں شروع کیا۔

· یہ حکومت اسماعیلی شیعہ تھی، جس کے عقائد اہل سنت سے بالکل مختلف تھے۔

· انہوں نے اہل بیت سے منسوب دیگر ایام کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ولادت کا دن بھی منانا شروع کیا، جس میں جلوس نکالنا، مٹھائیاں بانٹنا اور خصوصی تقریبات کا اہتمام شامل تھا۔

· مقریزی لکھتے ہیں کہ یہ میلاد ان بدعتوں میں شامل تھے جو عبیدیوں نے ایجاد کیں۔

ب) مظفر الدین کوکبوری کا آغاز (چھٹی صدی ہجری)

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کا بڑے پیمانے پر اہتمام اربل (موجودہ عراق) کے حاکم بادشاہ مظفر الدین ابو سعید کوکبوری نے چھٹی صدی ہجری کے شروع میں کیا۔

· وہ بڑے اہتمام سے محفل میلاد منعقد کرتا، جس میں بڑے بڑے علماء، صوفیاء اور واعظین شریک ہوتے۔

· کہا جاتا ہے کہ اس کے اس عمل کو کچھ علماء (جیسے حافظ ابن دحیہ) نے بدعت حسنہ قرار دیا، جبکہ دیگر نے اس پر نکیر کی۔

نتیجہ: خواہ عبیدیوں نے شروع کیا ہو یا کوکبوری نے، اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ عمل صدیوں بعد ایجاد ہوا اور قرونِ مفضلہ (بہترین زمانے) میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

2. عید میلادالنبی ﷺ کی شرعی حیثیت

اس مسئلے میں علماء کے دو واضح موقف ہیں: اکثریت اسے ناجائز بدعت کہتی ہے، جبکہ بعض نے اسے "بدعت حسنہ" (اچھی ایجاد) قرار دیا۔ دلائل کی روشنی میں درج ذیل خلاصہ ہے:

پہلا موقف: ناجائز اور بدعت (جمہور علماء اور محققین کا مؤقف)

ائمہ اربعہ کے مذاہب اور جمہور سلف و خلف علماء (خاص طور پر حنابلہ، مالکیہ، شافعیہ کے محققین اور دیوبندی مکتب فکر کے اکابر) اسے دین میں نئی ایجاد کردہ بدعت سمجھتے ہیں، جس کی بنیادی دلائل یہ ہیں:

1. دلیلِ اول: عدمِ ثبوت (دلیلِ عدم)

قرآن و سنت میں اس کا کوئی حکم نہیں۔ صحابہ کرام، جو نبی ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے، انہوں نے کبھی یومِ ولادت پر محفل نہیں کی۔ اگر یہ عمل شرعی طور پر مستحسن ہوتا تو یقیناً وہ اس میں سبقت لے جاتے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "خیر القرون قرني، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم" (بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد والوں کا، پھر اس کے بعد والوں کا)۔

اگر خیر القرون میں اس کا کوئی وجود نہ تھا، تو آج اسے دین کا حصہ سمجھنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ دین میں اضافہ ہے۔

2. دلیلِ دوم: بدعت کی تعریف

نبی اکرم ﷺ نے ہر اس نئے کام کو جو عبادت کے طور پر دین میں شامل کیا جائے، گمراہی قرار دیا ہے۔

حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا: "من أحدث في أمرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" (جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے، وہ مردود ہے)۔

حدیثِ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ: "وإیاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة" (اور تم نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

میلادالنبی کو بطور عید اور مخصوص عبادت منانا یقیناً ایک "مُحْدَثَہ" (نئی ایجاد) ہے۔

3. دلیلِ سوم: عیسائیوں کی مشابہت

جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو "کرسمس" (عید میلاد المسیح) بنا کر منانا شروع کیا، اسی طرح مسلمانوں میں بھی بعد میں یہ طریقہ داخل ہوا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "لتتبعن سنن من کان قبلکم..." (تم پہلی امتوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے...)۔ یہ مشابہت ممنوع ہے۔

4. دلیلِ چہارم: دین کی تکمیل

دینِ اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا" (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا)۔

دین میں کسی نئے تہوار کا اضافہ اس تکمیل کے تصور کے خلاف ہے۔

5. دلیلِ پنجم: غلو کا راستہ
حضور ﷺ کی محبت میں اس قسم کی رسومات ایجاد کرنا آہستہ آہستہ غلو (حد سے بڑھنا) اور شرک و بدعت کے دیگر دروازے کھولنے کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ بہت سی میلاد کی محفلوں میں ہوتا ہے۔

دوسرا موقف: جائز بلکہ مستحسن (بعض متاخرین علماء کا مؤقف)

بعض علماء، خاص طور پر صوفی مشائخ اور شافعیہ کے بعض متاخرین (جیسے امام سیوطی، ابن حجر عسقلانی اور ابن حجر ہیتمی) نے اسے "بدعت حسنہ" (اچھی بدعت) قرار دیا ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

1. بدعت کی تقسیم: وہ بدعت کی مذمت والی احادیث کا مطلب "بدعتِ سیئہ" لیتے ہیں اور بدعت کو پانچ اقسام (واجب، حرام، مندوب، مکروہ، مباح) میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ میلاد کو "بدعتِ مندوبہ" کہتے ہیں۔
2. نبی ﷺ کی تعظیم: وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ولادت پر خوشی منانا اور ان کا ذکرِ خیر کرنا ایک نیک مقصد ہے، جو شریعت کے عمومی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ شعبان کی مخصوص عبادات، شکرانے کے روزے وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔
3. استدلال: وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پیر کے دن کا روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتائی کہ "اس دن میری ولادت ہوئی"۔ ان کے نزدیک یہ یومِ ولادت کی تعظیم کی اصل ہے۔

اس موقف کا علمی جائزہ:
جمہور علماء کے نزدیک "بدعت حسنہ" والی تقسیم لغوی و منطقی طور پر درست ہے، لیکن شرعی اصطلاح میں بدعت ہمیشہ مذموم ہی ہے۔ نیز، آپ ﷺ نے پیر کے دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھا (ولادت کی تاریخ پر نہیں) اور روزہ ایک مسنون عبادت ہے، جبکہ آج کی محافلِ میلاد میں قیام (کھڑے ہونا)، مخصوص نعت خوانی، جلوس اور مٹھائی کی تقسیم کو ثواب سمجھنا، یہ سب بلا دلیل عبادات ہیں۔

3. موجودہ صورتِ حال اور مفاسد
آج کل جس طرح عید میلادالنبی منائی جاتی ہے، اس میں کئی واضح شرعی خرابیاں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے جمہور علماء اسے ناجائز کہتے ہیں۔۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (متوفی 1921) کا میلاد النبی ﷺ کے بارے میں موقف ان کی کتب، خاص طور پر "المعتقد المنتقد" اور فتاویٰ رضویہ میں واضح ہے۔
ان کا موقف درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

1. میلاد منانا سنت مستحبہ ہے:

وہ محفلِ میلاد کو بدعت حسنہ اور مستحب عمل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر اور شکرانہ جائز و مستحب ہے۔

2. قیام کی برتری:

احمد رضا خان کے نزدیک میلاد کے دوران حضور ﷺ کی ولادت کا تذکرہ "جاء کم" یا "یا نبی سلام علیک" پر کھڑا ہونا بذات خود مستحب اور ثواب کا باعث ہے۔ وہ اس قیام کو روحانی طور پر حضور ﷺ کی حاضری (حاضر و ناظر) کے تصور سے جوڑتے ہیں اور اسے تعظیم کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔

3. ایصال ثواب کی نیت:

میلاد کی محفل میں کھانے پینے (نیاز) کی تقسیم اور ختم خوانی کو ایصالِ ثواب کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

4. مخالفین پر سخت موقف:

میلاد کے قیام کا انکار کرنے والوں کے بارے میں ان کا نقطہ نظر انتہائی سخت تھا۔ "المعتقد المنتقد" میں وہ ان لوگوں کو جو قیام میلاد کو بدعت کہتے ہیں، "گمراہ"، "بد دین"، اور ان کے پیچھے نماز کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

علماء کا مفصل رد

اکثر علمائے دیوبند، اہل حدیث اور دیگر مکاتب فکر نے احمد رضا خان کے اس موقف پر علمی اور شرعی دلائل سے تفصیلی رد پیش کیا ہے۔

1. بدعت کا اطلاق

جمہور علماء (مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، علامہ ابن تیمیہ وغیرہ) کی تحقیق یہ ہے کہ حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تبع تابعین سے میلاد کی موجودہ شکل (مخصوص تاریخ، مخصوص طریقہ کار، قیام) ثابت نہیں۔

· دلیل: صحیح مسلم اور دیگر کتب میں حضور ﷺ کا فرمان ہے: "ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" صحابہ سے عید میلاد کا اہتمام ثابت نہیں، حالانکہ وہ آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

· حوالہ: مولانا اشرف علی تھانوی نے "بدعت سے بچاؤ" میں تفصیل سے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے دین مکمل کر دیا، اس میں اضافہ بدعت ہے۔

2. قیام کی شرعی حیثیت

علماء نے میلاد میں قیام کو واضح بدعت قرار دیا ہے۔
· محدثین کا موقف: قیام کی دو قسمیں ہیں: تعظیمی قیام (کسی بزرگ کے لیے کھڑا ہونا) جو ممنوع ہے (سنن ابی داؤد)، اور ضروری قیام۔ صحابہ حضور ﷺ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ آپ نے منع فرمایا تھا۔
· رد: مولانا عبدالشکور لکھنوی نے "کشف الغمہ" میں لکھا کہ یہ قیام خالص بدعت ہے اور اس میں حاضر ناظر کا غلط عقیدہ شامل ہے۔

· حوالہ جات:
· مولانا حسین احمد مدنی نے "الشہاب الثاقب" میں احمد رضا خان کے رسالے کا رد کیا ہے اور ثابت کیا کہ قیام میلاد کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔
· مولانا سرفراز خان صفدر نے "المعتقد المنتقد" کے جواب میں "ازالۃ الریب عن عقائد القیل" لکھی، جس میں قیام کی بدعت پر حنفی فقہ کے حوالے سے تفصیلی بحث کی۔
3. حاضر و ناظر کا عقیدہ
احمد رضا خان کے نزدیک قیام کی بنیادی وجہ یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ محفل میں تشریف لاتے ہیں (حاضر و ناظر)۔
· علماء کا رد: جمہور علماء کے مطابق "حاضر و ناظر" کا مطلب جسمانی طور پر ہر جگہ موجود ہونا ہے، یہ عقیدہ توحید کے خلاف اور قرآن (سورہ المائدہ: 117 "تو ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا") کے خلاف ہے۔ نبی ﷺ عالم برزخ میں ہیں اور ان کا علم غیب ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔
· حوالہ: مولانا محمد منظور نعمانی نے "تذکرہ امام احمد رضا خان" میں یہ ثابت کیا کہ بریلوی مکتبہ فکر کا حاضر ناظر کا تصور قرآن و حدیث سے متصادم ہے۔
4. فقہی اصول
حنفی فقہ کے اصولوں کی روشنی میں اگر کوئی عمل خیر سمجھ کر کیا جائے مگر اس کی تخصیص (خاص وقت، خاص طریقہ) شریعت سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعت ہے۔

· علامہ ابن عابدین شامی کی "رد المختار" کے حوالے سے بتایا گیا کہ بدعت کا دروازہ بند کرنا ضروری ہے۔
· مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے "المہند علی المفند" میں بریلوی عقائد کا مدلل رد کرتے ہوئے لکھا کہ یہ تمام رسوم دین میں اضافہ ہیں۔

اکثر لوگ جذباتی طور پر اس مسئلے میں الجھ جاتے ہیں۔ علماء کے درمیان جو اختلاف ہے، اس کی اصل بنیاد چند علمی نکات پر ہے، خاص طور پر "بدعت کی تعریف" اور "عام نصوص سے استدلال" کے طریقہ کار پر۔
یہاں ہم تین اہم پہلوؤں پر مزید گہرائی سے روشنی ڈالتے ہیں:

1. "بدعتِ حسنہ" والی دلیل کا علمی محاکمہ

جو علماء میلاد کو جائز کہتے ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ "بدعت حسنہ" ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر نیا کام برا نہیں ہوتا، جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت کہا۔
لیکن جمہور علماء اس کا جواب دیتے ہوئے ایک باریک اور بنیادی فرق واضح کرتے ہیں:

· لغوی بدعت: ہر وہ نیا کام جو پہلے نہ ہو، اس کی دنیاوی یا دینی اقسام ہو سکتی ہیں (جیسے کار، ہوائی جہاز، ٹیلی فون وغیرہ)۔ اس میں حسن اور قبح دونوں ممکن ہے۔
· شرعی بدعت: دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا جو شریعت میں نہ ہو، اور اسے عبادت و ثواب کا ذریعہ سمجھا جائے۔ یہ مطلقاً مذموم اور گمراہی ہے۔

توجہ طلب نکتہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جو جماعت کرائی، اسے "بدعت" اس لیے کہا کہ وہ لغوی اعتبار سے نئی تھی (کیونکہ پہلے متفرق طور پر پڑھتے تھے)، لیکن شرعی اعتبار سے وہ بدعت نہیں تھی، کیونکہ اس کی اصل نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے کئی راتیں صحابہ کو تراویح باجماعت پڑھائی تھی، پھر فرض ہو جانے کے خوف سے چھوڑ دی۔ حضرت عمر نے صرف اس قائم شدہ سنت کو دوبارہ زندہ کیا اور اس پر اجتماع کر دیا۔

اس کے برعکس میلادالنبی:
اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے، نہ سنت میں، نہ صحابہ کے عمل میں۔ اسے ایک مخصوص دن (12 ربیع الاول) کو عید کی طرح مخصوص طریقے (قیام، نعت خوانی، جلوس) سے منانا سرے سے کوئی شرعی عبادت نہیں ہے، بلکہ عبادت کی ایک نئی جنس ایجاد کرنا ہے۔ یہ دین میں اضافہ ہے، اس لیے یہ شرعی بدعت ہے۔

2. نبی ﷺ کے عمل سے غلط استدلال کی وضاحت

سب سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ پیر کے دن کے روزے کی حدیث ہے:
سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ (أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ)" (اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی)۔ (صحیح مسلم)
اس حدیث سے میلاد منانے والے استدلال کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے اپنی ولادت کے دن روزہ رکھا، تو ہمیں بھی اس دن خوشی منانی چاہیے اور محفل کرنی چاہیے۔

اس استدلال کی کمزوریاں:
1. عبادت کی پیروی، ایجاد نہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس دن جو عمل کیا وہ "روزہ" تھا، جو ایک مسنون عبادت ہے۔ اگر واقعی اس حدیث سے یومِ ولادت منانا ثابت ہوتا تو آپ ﷺ نے محفل، جلوس یا مٹھائی تقسیم کرنے کا اہتمام کیا ہوتا۔ آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی ہر پیر کو روزہ رکھیں، نہ کہ ایک نئی ایجاد "محفل میلاد" شروع کر دیں۔
2. تاریخ کی تعیین نہیں: آپ ﷺ نے ہفتے کے دن (پیر) کی فضیلت بیان کی، نہ کہ مہینے کی تاریخ (12 ربیع الاول) کی۔ آپ ﷺ نے زندگی میں کبھی 12 ربیع الاول کو روزہ نہیں رکھا۔
3. صرف ولادت نہیں: حدیث میں "بعثت" (نبوت ملنے) کا بھی ذکر ہے۔ اگر اس دن صرف ولادت کی خوشی منانا مقصود ہوتا تو وحی کے نزول کا تذکرہ الگ سے کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ دن اللہ کی نعمتوں کے شکر میں روزہ رکھنے کا دن ہے۔
لہٰذا، اس حدیث کو محفل میلاد کے جواز کے لیے استعمال کرنا ایک طرح کا تحریف بالدلالہ (مفہوم کو بدل دینا) ہے۔
3. اہم شبہات اور ان کے علمی جوابات
شبہ 1: ہم تو صرف سیرت النبی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہیں، شکرانہ ادا کرتے ہیں، اور درود و سلام پڑھتے ہیں، یہ سب تو جائز ہیں!
جواب: سیرت کا تذکرہ، شکرانہ اور درود و سلام بلا شبہ جائز بلکہ مستحب ہیں۔ مسئلہ ان اعمال کا نہیں، بلکہ ان کے ساتھ جڑی ہوئی تین چیزوں کا ہے:
· زمان کی تخصیص: ان جائز اعمال کو صرف 12 ربیع الاول کے ساتھ خاص کرنا بغیر کسی شرعی دلیل کے ہے۔ دین میں کسی چیز کو وقت کے ساتھ خاص کرنا عبادت ہے، جس کے لیے دلیل چاہیے۔
· ہیئت کی تخصیص: ان جائز کاموں کو ایک مخصوص شکل (محفل کا خاص طریقہ، قیام، چراغاں، جلوس) دینا بھی بلا دلیل ہے۔
· ثواب کا عقیدہ: ان مخصوص طریقوں کو بذاتِ خود عبادت اور باعثِ ثواب سمجھنا، یہ دین میں اضافہ ہے، کیونکہ ثواب صرف اس عمل پر ملتا ہے جسے شریعت نے عبادت قرار دیا ہو۔
شبہ 2: اس میں کوئی برائی نہیں ہے، اسے منانے سے کیا حرج ہے؟
جواب: دین میں کسی چیز کے جائز ہونے کی بنیاد "بے ضرر" ہونا نہیں، بلکہ "دلیل" ہے۔ بہت سی بدعات بظاہر بے ضرر لگتی ہیں، لیکن ان کا نقصان یہ ہے کہ وہ دین کے مکمل ہونے کے تصور کو مجروح کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ سنت کو مٹانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی ایسے عمل کو کرے جس پر ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ عمل مردود ہے۔" (صحیح مسلم)

اسلام میں اصل یہ ہے کہ عبادات میں ہر وہ کام ممنوع ہے جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ دنیاوی معاملات میں اصل اباحت (جائز ہونا) ہے، لیکن عبادات کا باب توقیفی (مکمل طور پر نص پر موقوف) ہے۔

شبہ 3: اگر یہ غلط ہے تو بڑے بڑے علماء (جیسے امام سیوطی) نے اسے کیوں جائز کہا؟

جواب: یہ ایک اہم علمی نکتہ ہے۔ امام جلال الدین سیوطی جیسے جلیل القدر علماء سے غلطی کا صدور ممکن ہے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: "کل أحد یؤخذ من قولہ و یرد إلا صاحب ھذا القبر" (ہر شخص کے قول کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے سوائے اس قبر والے (نبی ﷺ) کے)۔

امام سیوطی کا استدلال بدعت کی تقسیم اور عمومی مصالح پر مبنی تھا، لیکن جمہور کے نزدیک یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہ اس اصول کے خلاف ہے کہ عبادات میں قیاس اور ایجاد کی گنجائش نہیں۔ ہم بزرگ علماء کی عزت کرتے ہیں، لیکن دلیل کی پیروی کرتے ہیں، شخصیات کی نہیں۔

خلاصہ رہنمائی

مزید رہنمائی کا نچوڑ یہ ہے کہ دیکھنا یہ ہے کہ خیر القرون (بہترین زمانے) کے لوگوں نے نبی ﷺ کی محبت کا اظہار کیسے کیا۔ کیا انہوں نے ایک دن مقرر کر کے محفل کی؟ ہرگز نہیں۔ ان کی محبت کا اظہار:

- آپ کی اطاعت میں جان و مال قربان کرنے میں تھا۔
- آپ کی ہر سنت پر عمل کرنے میں تھا۔
- آپ کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت اور اس میں کسی بھی قسم کے اضافے کو روکنے میں تھا۔

اس لیے، سب سے محفوظ اور سنت کے قریب ترین طریقہ وہی ہے جو صحابہ کا طریقہ تھا۔ وہ آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے لیکن دین میں اپنی طرف سے کچھ شامل نہیں کیا۔ ہمارے لیے یہی اسوہ کافی ہے۔

اگر دل میں یہ خواہش ہو کہ نبی ﷺ کی محبت کا اظہار کریں تو اس کا طریقہ محفل میلاد نہیں، بلکہ سنتوں کو زندہ کرنا، سیرت کا مطالعہ کرنا (بغیر کسی تخصیص کے پورے سال)، درود شریف کی کثرت، اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر مکمل عمل ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے اہم مکاتب فکر کے جید علماء کرام نے اس موضوع پر بہت مدلل اور تحقیقی کام کیا ہے۔

1. دیوبندی مکتب فکر (اکابر علماء)

یہ مکتب فکر بدعت کے رد میں سب سے زیادہ واضح اور صریح موقف رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک عید میلادالنبی کا موجودہ طریقہ ناجائز اور بدعت ہے۔ ان کے دلائل اور اقتباسات کا خلاصہ پیش ہے:

مولانا اشرف علی تھانوی :
آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "بدعت کے شرعی احکام" میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بدعت کی مذمت میں احادیث عام ہیں اور "بدعت حسنہ" کا قول قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ میلاد کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں جن میں جھوٹی حکایات، غلو فی الرسول، اور عیسائیوں کی مشابہت سر فہرست ہیں۔ آپ کا ایک اہم قول ہے:

"میلاد شریف کا انعقاد جس طرح آج کل مروج ہے، ناجائز اور بدعت ہے۔ اس لیے کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں... حضور ﷺ کی ذات میں غلو سے کام لیا جاتا ہے، اور آپ کو حاضر و ناظر سمجھ کر قیام کیا جاتا ہے جو کہ شرک کی حد تک پہنچانے والا عقیدہ ہے۔"

مولانا محمد زکریا کاندھلوی :
شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نے اپنی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ محفل میلاد کا اہتمام کرنا اور اسے ثواب سمجھنا بدعت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سیرت پڑھنا سننا بلا شبہ عبادت ہے، لیکن اس کے لیے کوئی دن، تاریخ، یا مخصوص طریقہ مقرر کرنا بدعت ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ موجودہ محافل میں جو مبالغہ آمیز اشعار پڑھے جاتے ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی (مفتی اعظم پاکستان):
اپنے فتاویٰ میں آپ نے میلاد کے بارے میں سوالات کے مدلل جوابات دیے۔ آپ فرماتے ہیں:

1. حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی منانا ہر مسلمان کا ایمانی تقاضا ہے۔
2. لیکن اس خوشی کے اظہار کا طریقہ وہی ہونا چاہیے جو شریعت نے بتایا ہے۔
3. موجودہ طریقہ (جلوس، چراغاں، مخصوص محفلیں) شریعت میں ثابت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔
4. اگر یہ طریقہ جائز ہوتا تو صحابہ کرام اس پر ضرور عمل کرتے۔

2. بریلوی مکتب فکر (موجودہ موقف)

بریلوی مکتب فکر کے تقریباً تمام علماء میلادالنبی کو جائز اور مستحسن سمجھتے ہیں۔ ان کے استدلال کی بنیاد وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہوا، لیکن وہ کچھ مخصوص دلائل پر زیادہ زور دیتے ہیں:

حدیثِ "انا من اللہ...": وہ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے "میں اللہ کی طرف سے ہوں اور مومن میری طرف سے ہیں، پھر ابو بکر اور عمر کے ذریعے اس کا ظہور ہوا" اور اسے میلاد کے جواز سے جوڑتے ہیں۔

· ابو لہب کا واقعہ: وہ یہ حدیث بکثرت پیش کرتے ہیں کہ ابو لہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کیا تھا، جس کی وجہ سے ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ جب ایک کافر کی خوشی کا یہ عالم ہے تو مومن کی خوشی کا کیا عالم ہوگا۔

· اجتماعِ خیر: ان کے نزدیک میلاد کی محفل میں ہر وہ کام ہوتا ہے جو نیکی ہے (ذکر، درود، سیرت) لہٰذا یہ مجموعی طور پر مستحسن ہے۔

ان کے موجودہ بڑے علماء، جیسے مفتی منیب الرحمان وغیرہ، اس کی تائید میں کھل کر لکھتے اور بولتے ہیں۔

3. جماعتِ اسلامی اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

یہ ایک اہم زاویہ ہے جو تھوڑا مختلف ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ:

وہ میلاد کو بدعت تو قرار دیتے تھے لیکن ان کا زور اس کے بجائے امت کی سیاسی اور اجتماعی بیداری پر تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ محض محفلیں کرنے سے نبی ﷺ کی سیرت کا حقیقی پیغام زندہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ تاہم، اگر یہ کام بغیر غلو اور خرافات کے ہو تو اس میں حرج نہیں، لیکن اسے دین کا لازمی حصہ سمجھنا غلط ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ:

وہ اس معاملے میں ایک منفرد لیکن فکری انداز رکھتے تھے۔ وہ اسے "بدعتِ حسنہ" کہنے کی بجائے اسے ایک "نفسیاتی اور تربیتی ضرورت" کے طور پر دیکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سیرت النبی ﷺ کو اس طرح دلنشین انداز میں بیان کیا جائے کہ لوگوں کے دل نرم ہوں اور ان میں ایمان تازہ ہو، یہ ایک اچھا عمل ہے۔ لیکن وہ بھی تاریخ اور طریقے کی تخصیص، غلو، اور خرافات کے سخت خلاف تھے۔ ان کی محفلیں عام میلاد سے بالکل مختلف ہوتی تھیں، جن کا مرکز خالصتاً علمی اور فکری انداز میں سیرت کا بیان ہوتا تھا۔

4. اہل حدیث مکتب فکر

اہل حدیث علماء (جیسے حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ محمد گوندلوی، اور موجودہ دور میں علماء) بدعت کے رد میں سب سے زیادہ سخت موقف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک میلاد النبی بلا شبہ بدعت سیئہ ہے اور اسے بدعت حسنہ کہنا قرآن و حدیث کے واضح نصوص کے خلاف ہے۔ وہ بدعت کی تقسیم کو قطعی طور پر نہیں مانتے اور دلائل کی روشنی میں اسے باطل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نبی ﷺ سے محبت کا حقیقی اظہار سنت کی اتباع ہے۔

نتیجہ اور جمع و تطبیق

موجودہ دور کے جمہور علماء (خاص طور پر دیوبندی، اہل حدیث، اور دیگر محققین) کا متفقہ فیصلہ یہ ہے:

1. ذکرِ ولادت کا ثبوت: نبی اکرم ﷺ نے پیر کا روزہ رکھ کر اپنی ولادت کے دن کی اہمیت کو ضرور ظاہر فرمایا ہے۔
2. تعظیم کا صحیح طریقہ: اس تعظیم کا واحد مسنون طریقہ وہی ہے جو آپ ﷺ نے خود اختیار فرمایا، یعنی روزہ رکھنا۔
3. موجودہ محافل کی حقیقت: آج کل کی محافلِ میلاد کا طریقہ، تاریخ کی تعیین (12 ربیع الاول)، قیام، جلوس، چراغاں، اور مخصوص نعت خوانی کا اہتمام، بدعت ہے۔
4. دین کی تکمیل: دین اسلام 12 ربیع الاول سے پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔
5. محبت کا معیار: اصل محبت سنت کی اتباع میں مضمر ہے۔ محافل کی بجائے اگر پورا سال سیرت کے علمی درس، سنتوں کی اشاعت، اور درود شریف کی کثرت کی جائے تو یہ نبی ﷺ سے حقیقی محبت کا ثبوت ہے اور باعث اجر بھی۔

یہی وہ متوازن اور علمی موقف ہے جو جمہور علماء کا ہے اور جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے دین و ایمان کی سلامتی کا سبب ہے۔